صدقۃ الفطر

میں نقد رقم دینے کا حکم

ابوالفوزان کفایت اللہ سنابلی



ناشر: اسلامک انفارمیشن سینٹر، ممبئی

صدقۃ الفطر

میں نقد ورقم دینے کا حکم

ابو الفوزان کفایت اللہ سنابلی

نوٹ

صدقہ الفطر میں نقد ورقم دینے سے متعلق راقم الحروف کا یہ ایک مقالہ ہے جو ''اہل السنہ'' کے خصوصی شمارہ (نمبر ۷۷-۷۸) میں مطبوع ہے، اس میں مضمون پر اب تک اٹھائے جانے والے سارے اعتراضات واشکالات کا جواب موجود ہے۔

افادہ عام کے لئے اسے پی ڈی ایف کی شکل میں مزید اضافہ کے ساتھ نشر کیا جارہا ہے، ان شاء اللہ مستقبل میں بعض اور اضافوں اور مزید متوقع اعتراضات کے جوابات کے ساتھ اسے کتابی شکل میں بھی شائع کیا جائے گا۔

ابو الفوزان کفایت اللہ سنابلی

باب اول

عہد رسالت میں بطور فطرہ دی جانے والی اشیاء

بعض لوگوں نے یہ مشہور کررکھا ہے کہ فطرہ میں ''غلہ'' دینا چاہئے حدیث میں یہی وارد ہے، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ فطرہ میں ''غلہ'' دینے کی بات کسی صحیح حدیث تو درکنار کسی موضوع اور من گھڑت حدیث میں بھی منقول نہیں ہے۔

البتہ عہد رسالت میں مخصوص طعام دینے کی بات ثابت ہے لیکن مطلق طعام دینے کی بات کسی بھی صحیح حدیث میں منقول نہیں ہے بلکہ احادیث میں طعام میں سے خاص خاص قسم ہی کو فطرہ میں دینے کا ثبوت ملتا ہے۔اور ان کے علاوہ طعام کی عام قسمیں جو عہد رسالت میں مستعمل تھیں مثلا ،(اللحم) گوشت ، (السمک) مچھلی ، (الخضر اوات) سبزیاں ، (الذرۃ) مکئی ، (السویق) ستو ، (اللبن) دودھ وغیرہ۔ان کا فطرہ میں نکالنا ثابت نہیں ہے۔

بلکہ جو قسمیں ثابت ہیں وہ بھی ایک خاص شکل میں دینا ثابت ہیں مثلا ''جو'' اور ''گیہوں'' ثابت ہے لیکن ''جو'' اور ''گیہوں'' کا آٹا دینا یا ان کی روٹی بنا کر دینا ثابت نہیں ہے۔ملاحظہ ہوں اس سلسلے کی احادیث:

اشیاء فطرہ کی صراحت کرنے والی احادیث

❁ پہلی حدیث :

امام بخاری رحمہ اللہ (المتوفی ٢٥٦) نے کہا:

''حدثنا يحيى بن محمد بن السكن، حدثنا محمد بن جهضم، حدثنا إسماعيل بن جعفر، عن عمر بن نافع، عن أبيه، عن ابن عمر رضى الله عنهما، قال :فرض رسول الله صلى الله عليه وسلم زكاة الفطر صاعا من تمر، أو صاعا من شعير على العبد والحر، والذكر والأنثى، والصغير والكبير من المسلمين، وأمر بها أن تؤدى قبل خروج الناس إلى الصلاة''

''صحابی رسول عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقۃ الفطر ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو فرض قرار دیا تھا۔غلام آزاد مرد عورت چھوٹے اور بڑے تمام مسلمانوں پر۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم یہ تھا کہ نماز (عید) کے لیے جانے سے پہلے یہ صدقہ ادا کر دیا جائے'' (صحیح البخاری 2 / 130 رقم 1503)

اس حدیث میں مطلق طعام نہیں بلکہ طعام میں سے صرف دو چیزیں منصوص ہیں ، ایک تمر (کھجور) اور دوسری شعیر(جو) ، نیز اس شعیر(جو) کو کسی اورشکل میں دینا مثلا اس کا آٹا یا اس کی روٹی دینا ثابت نہیں ہے۔

واضح رہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فطرہ میں دی جانے والی صرف دو چیزوں کو بیان کیا ہے اور وہ پوری زندگی صرف انہیں دونوں چیزوں سے ہی فطرانہ دیتے رہے ۔

بلکہ ان دو میں سے بھی وہ صرف کھجور ہی دینے کا اہتمام کرتے تھے البتہ کسی سال اگر کجھور میسر نہ ہوتی تو ''جو'' کا فطرانہ دیتے تھے صحیح بخاری کے الفاظ ہیں:

''فكان ابن عمر رضى الله عنهما، يعطى التمر ، فأعوز أهل المدينة من التمر، فأعطى شعيرا''

''ابن عمر رضی اللہ عنہ کھجور ہی دیا کرتے تھے،ایک مرتبہ مدینہ میں کھجور کا قحط پڑا تو آپ نے صدقہ میں شعیر ''جو'' نکالا'' (صحیح البخاری 2 / 132 رقم 1511)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا عمل فطرہ میں عام غلہ دینے کا نہیں تھا بلکہ وہ اپنی روایت کردہ حدیث کے مطابق صرف اورصرف دو چیزوں (کجھور یا جو) سے ہی فطرہ نکالتے تھے ۔

دوسری حدیث :

امام بخاری رحمہ اللہ (المتوفی ۲۵۶) نے کہا:

''حدثنا عبد الله بن يوسف، أخبرنا مالك، عن زيد بن أسلم، عن عياض بن عبد الله بن سعد بن أبى سرح العامرى، أنه سمع أبا سعيد الخدرى رضى الله عنه، يقول: كنا نخرج زكاة الفطر صاعا من طعام، أو صاعا من شعير، أو صاعا من تمر، أو صاعا من أقط، أو صاعا من زبيب''

''صحابی رسول ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ ہم فطرہ کی زکوۃ ایک صاع طعام یعنی ایک صاع جَو یا ایک صاع کھجور یا ایک صاع پنیر یا ایک صاع زبیب (کشمش) نکالا کرتے تھے'' (صحیح البخاری 2 / 131 رقم 1506)

اس حدیث میں مطلق طعام نہیں بلکہ طعام میں سے صرف چار چیزیں شعیر (جو) ،تمر (کھجور) ، اقط (پنیر) اور زبیب (کشمش) منصوص ہیں۔ نیز اس شعیر (جو) کوکسی اور شکل میں دینا مثلا اس کا آٹا یا اس کی روٹی دینا اس حدیث میں بھی ثابت نہیں ہے۔

”صاعا من طعام“ کا مفہوم اورایک غلط فھمی کا ازالہ

ابوسعید الخذری رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کی ابتداء میں جو ”صاعا من طعام“ کے الفاظ ہیں اس سے کچھ لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ ابوسعید الخذری رضی اللہ عنہ نے ان الفاظ میں عام غلوں کومراد لیا ہے پھراسی غلط فہمی کی بنیاد پر یہ کہہ دیا گیا کہ فطرہ میں عام غلے دینا حدیث سے صراحتا ثابت ہے۔

دراصل ان حضرات کا کہنا یہ ہے کہ ”صاعا من طعام“ کے بعد اداۃ عطف ”أوْ“ آیا ہے اس کے بعد چار چیزیں بیان ہوئی ہیں اور ”أوْ“ یہ مغایرت پر دلالت کرتا ہے لہٰذا پتہ چلا کہ ”صاعا من طعام“ ان چیزوں کے علاوہ ہے جن کا ذکر اداۃ عطف ”أوْ“ کے بعد ہے۔

عرض ہے کہ عطف ہمیشہ مغایرت پر دلالت نہیں کرتا ہے بلکہ عطف کی ایک قسم عطف تفسیری بھی ہے۔ یعنی ایک چیز کو اجمالی طور پر ذکر کردیا جائے پھراس کے بعد اداۃ عطف کے ذریعہ اس کی تفصیل وتشریح کی جائے۔یہی معاملہ یہاں بھی ہے یعنی شروع میں ”صاعا من طعام“ کے اجمالی بیان کے بعد جو اداۃ عطف ”أوْ“ ہے وہ تفسیری ہے ،اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

اولا:

ابوسعید الخذری رضی اللہ عنہ نے ابتداء میں اجمالی طور پر ”صاعا من طعام“ کہا ہے اور بعد میں اسی اجمال کی تفصیل کرتے ہوئے چار چیزوں کا ذکر کیا ہے۔جیسا کہ درج ذیل حدیث میں بالکل وضاحت ہے:

امام بخاری رحمہ اللہ (المتوفی ٢٥٦) نے کہا:

”حدثنا معاذ بن فضالة، حدثنا أبو عمر حفص بن ميسرة، عن زيد بن أسلم، عن عياض بن عبد الله بن سعد، عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه، قال :كنا نخرج في عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم الفطر صاعا من طعام، وقال أبو سعيد :وكان طعامنا الشعير والزبيب والأقط والتمر“

”صحابی رسول ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عیدالفطر کے دن ایک صاع طعام نکالتے تھے۔ابوسعید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہمارا طعام (ان دنوں) جَو، زبیب، پنیر اور کھجور تھا۔(صحیح

البخاری 2 / 131 رقم 1510)

اس حدیث میں ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ نے مجمل طعام کی تفسیر وتفصیل بیان کردی کہ عہد رسالت میں فطرہ میں نکالا جانے والا طعام چار قسم کا ہوتا تھا۔لہٰذا جب حدیث کی تشریح خود حدیث سے ہی ہوگئی تو کسی اور رخ پر بحث کی سرے سے گنجائش ہی باقی نہ بچی۔

بعض لوگوں نے اس حدیث میں مذکور مجمل طعام کو بعد میں مذکور طعام سے الگ مانا تو ان پر ابن المنذر رحمہ اللہ نے رد کیا جسے نقل کرتے ہوئے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی ۸۵۲) فرماتے ہیں:

”وقد رد ذلک بن المنذر وقال ظن بعض أصحابنا أن قوله فی حدیث أبی سعید صاعا من طعام حجة لمن قال صاعا من حنطة وهذا غلط منه وذلک أن أبا سعید أجمل الطعام ثم فسره ثم أورد طریق حفص بن میسرة المذکورة فی الباب الذی یلی هذا وهی ظاهرة فیما قال ولفظه کنا نخرج صاعا من طعام وکان طعامنا الشعیر والزبیب والأقط والتمر“

”ابن المنذر نے اس بات کی تردید کرتے ہوئے کہا کہ :ہمارے بعض اصحاب نے یہ گمان کرلیا کہ ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مذکور ”**صاعا من طعام**“ کے الفاظ ان لوگوں کے لئے دلیل ہیں جو کہتے ہیں کہ فطرہ میں ایک صاع گیہوں نکالا جائے گا۔جبکہ یہ بات غلط ہے کیونکہ ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ نے پہلے طعام کواجمالی طور پر ذکر کیا ہےاور بعد میں اس کی تفسیر وتفصیل بیان کردی ہے ۔پھر ابن المنذر نے حفص بن میسرۃ کے طریق والی روایت ذکر کی ہے جس کا ظاہر ابن المنذر ہی کے موقف پر دلالت کرتا ہےاس کے الفاظ یہ ہیں:ابوسعید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہمارا طعام (ان دنوں) جَو، زبیب، پنیر اور کھجور تھا“ (فتح الباری لابن حجر 3 / 373)

صحیح بخاری کے ایک دوسرے شارح امام قسطلانی (المتوفی ۹۲۳) بھی ابن المنذر کی تائید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”زاد الطحاوی من طریق أخری عن عیاض فلا نخرج غیره، وهو یؤید تغلیط ابن المنذر لمن قال إن قوله صاعًا من طعام حجة لمن قال صاعًا من حنطة“

”امام طحاوی نے عیاض کے واسطے ایک دوسرے طریق سے یہ اضافہ بیان کیا ہے کہ (ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ) ہم ان چیزوں (جن کا ذکر صراحت کے ساتھ کیا ہے ان) کے علاوہ کسی اور چیز سے فطرہ نہیں

نکالتے تھے ۔ یہ حدیث ابن المنذر راس بات کی تائید کرتی ہے جس میں انہوں نے ان لوگوں کو غلط قرار دیا ہے جو طاعا من طعام سے ایک صاع گیہوں دینے کی دلیل لیتے ہیں'' (اِرشاد الساری لشرح صحیح البخاری 3 / 89)

محمود عبد اللطیف عویضۃ صاحب لکھتے ہیں:

''فهذا أبو سعيد الخدری نفسه الذی رُوی حديثهم من طريقه، قد فسَّر لفظة الطعام تفسيراً يقطع الشک باليقين، بأن معناها عندهم الشعير والزبيب والأقط والتمر، أی الأصناف ذاتها الواردة فی حديثهم عقب لفظة الطعام، والحديث يفسِّر بعضه بعضاً، وعليه فإِنَّا نَحمِلُ حديثهم على هذا الحديث، فنقول إن هذا الحديث قد ذكر العامَ، ثم ذكر بعده الخاص، وهذا أسلوب يعرفه الكل''

''ابوسعید الخذری رضی اللہ عنہ جن کے طریق سے فطرہ سے متعلق طعام والی حدیث منقول ہے انہوں نے خود لفظ طعام کی ایسی تفسیر کردی ہے جس سے شکوک وشبہات ختم ہوجاتے ہیں اور یقینی طور پر یہ بات معلوم ہوجاتی ہے کہ طعام سے ان کی مراد جو، کشمش، پنیر اور کھجور ہی ہے، یعنی ٹھیک وہی قسمیں جو ان کی حدیث میں لفظ طعام کے بعد مذکور ہیں، اور بعض حدیث بعض حدیث کی تشریح کرتی ہے ۔ لہٰذا ہم ان کی حدیث کو اس حدیث پر محمول کریں گے اور کہیں گے کہ اس حدیث میں ابوسعید الخذری رضی اللہ عنہ نے پہلے عمومی طور پر طعام کا ذکر کیا پھر اس کے بعد خصوصی طور پر سب کو بیان کردیا، اس طرح کے اسلوب بیان سے ہر ایک شخص واقف ہے'' (الجامع لأحکام الصیام ص 341)

ثانیا:

اس حدیث پر ایک اور پہلو سے غور کریں کہ ابوسعید الخذری رضی اللہ عنہ نے کہا:

''وكان طعامنا الشعير والزبيب والأقط والتمر''

''ہمارا طعام (ان دنوں) جو، زبیب، پنیر اور کھجور تھا'' (صحیح البخاری 2 / 131 رقم 1510)

اگر ان کی حدیث میں طعام سے مطلق طعام مراد لیں تو اشکال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے یہاں حصر کے ساتھ طعام کی چار قسمیں ہی بتلائی ہیں، تو سوال یہ ہے کہ کیا ان چار چیزوں کے علاوہ کوئی اور چیز صحابہ کرام کھاتے ہی نہ تھے؟؟؟

ظاہر ہے کہ یہ بات خلاف واقعہ ہے کیونکہ یہ نا قابل انکار حقیقت ہے کہ ان چار کے علاوہ بھی کئی اقسام

کے کھانے مثلا (اللحم) گوشت ، (السمک) مچھلی ، (الفواکہ) میوے ، (الخضر اوات) سبزیاں ، (الذرۃ) مکئی ، (السویق) ستو ، (اللبن) دودھ وغیرہ ان کے یہاں مستعمل تھے۔

لہذا یہ سیاق ہی اس بات کی دلیل ہے کہ ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کا مطلب یہی ہے جس طعام سے وہ فطرہ نکالتے تھے وہ طعام ان چار قسموں پر مشتمل تھا۔نہ کہ یہ مطلب ہے کہ ان چار چیزوں کے علاوہ کوئی اور چیز وہ کھاتے ہی نہ تھے۔

ثالثا:

یہ بات ذہن نشین کی جائے کہ ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ نے اس حدیث میں ''**صاعا من طعام**'' کے ذریعہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وحکم کو نقل نہیں کیا ہے جو عام ہو اور حال و مستقبل سب کو شامل ہو، بلکہ ان الفاظ سے ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ نے ماضی یعنی عہد رسالت کا عمل ''**کنا نخرج**'' (ہم نکالتے تھے) بیان کیا ہے اور یہ بتایا ہے کہ ماضی میں یعنی اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں ہم صحابہ یہ چیز نکالتے تھے۔

اب اگر فرض کرلیا جائے کہ اس حدیث میں'' **صاعا من طعام**'' ان چار چیزوں کے علاوہ ہے جن کا ذکر اس کے بعد ہوا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ عہد رسالت میں ان چار چیزوں کے علاوہ بھی دیگر غلوں سے فطرہ دیا جاتا تھا۔ پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان چار چیزوں کے علاوہ وہ کون کون سے غلے تھے جو عہد رسالت میں بطور فطرہ دئے جاتے تھے؟؟؟

احادیث اور روایات کا ذخیرہ چھان ماریئے ان چار چیزوں کے علاوہ کسی بھی دوسرے غلے کے بارے میں صراحت نہیں ملتی کہ صحابہ کی جماعت نے اسے بھی فطرہ میں دیا ہوا۔

صرف ایک صحابیہ اسماء رضی اللہ عنہا کے بارے میں ملتا ہے کہ وہ عہد رسالت میں گیہوں نکالتی تھی لیکن یہاں ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ''**صاعا من طعام**'' سے گیہوں مراد نہیں لیا جاسکتا کیونکہ یہ الفاظ کہنے والے ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ نے اپنے علم کے مطابق یہ صراحت کررکھی ہے کہ گیہوں عہد رسالت میں نہیں نکالا گیا بلکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں نکالا گیا، کما سیاتی۔اور چونکہ ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ نے ''**صاعا من طعام**'' کہہ کر عہد رسالت کے دور کی حالت بیان کی ہے اس لئے ان کے ان الفاظ میں گیہوں کے شامل ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

نیز ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ'' **صاعا من طعام**'' میں مقدار ایک صاع بتلائی ہے جبکہ اسماء رضی اللہ عنہا کی جانب سے

عہد رسالت میں گیہوں دینے کی جو بات ملتی اس میں صراحت ہے کہ وہ نصف صاع دیتی تھیں، اس میں بھی اس بات کی دلیل ہے کہ ابوسعید الخذری رضی اللہ عنہ کے مذکورہ الفاظ سے گیہوں مراد نہیں ہے۔

مزید برآں یہ کہ ابوسعید الخذری رضی اللہ عنہ فطرہ میں سرے سے گیہوں نکالنے پر عمل ہی نہیں کرتے تھے اور یہ کہتے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں جن چیزوں کا فطرہ دیتا تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی صرف انہیں چیزوں کو فطرہ میں دوں گا کما سیاتی۔

رابعا:

ابوسعید الخذری رضی اللہ عنہ ہی سے یہ حدیث بہت سارے طرق سے مروی ہے اور کئی طرق میں ''صاعا من طعام'' کے الفاظ نہیں ہیں بلکہ صرف چار چیزوں ہی کا ذکر ہے مثلا:

امام احمد رحمہ اللہ (المتوفی ۲۴۱) نے کہا:

''حدثنا يحيى ، عن داود ، يعني ابن قيس ، عن عياض ، عن أبي سعيد ، لم نزل نخرج زكاة الفطر على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم صاع من تمر ، أو شعير ، أو أقط ، أو زبيب''

''صحابی رسول ابوسعید الخذری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ایک صاع کھجور یا جو یا پنیر یا کشمش نکالا کرتے تھے'' (مسند أحمد ط المیمنیۃ 3 / 23 واسنادہ صحیح علی شرط مسلم واخرجہ ایضا عبدالرزاق فی مصنفہ (3 / 316) من طریق داود بہ)

یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ '' **صاعا من طعام**'' سے ابوسعید الخذری رضی اللہ عنہ کی مراد وہی چار چیزیں جن کی تفصیل انہوں نے بعد میں پیش کردی ہے ورنہ اس حدیث میں ''**صاعا من طعام**'' کے الفاظ نہ ہونے کی صورت میں اس غلے کا ذکر آنا لازمی تھا جو صاعا من طعام سے مراد تھا!

یاد رہے '' **صاعا من طعام**'' کہہ کر ابوسعید الخذری رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول وفرمان پیش نہیں کیا ہے بلکہ ماضی میں عہد رسالت کا ایک عمل پیش کیا ہے۔

خامسا:

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب نصف صاع گیہوں بھی نکالنے کی بات کہی تو اس وقت ابوسعید الخذری رضی اللہ عنہ نے نہ صرف یہ کہ نصف صاع گیہوں نہیں نکالا بلکہ ایک صاع بھی گیہوں نہیں نکالا یعنی ابوسعید الخذری رضی اللہ عنہ نے فطرہ میں سرے سے گیہوں ہی نکالنے سے اجتناب کیا اور صرف ان چار چیزوں میں سے ہی فطرہ نکالتے رہے جو

انہوں نے اپنی حدیث میں بیان کیا ہے۔

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ''صاعا من طعام'' سے ان کی مراد عام غلہ ہرگز نہیں ہے ورنہ وہ گیہوں میں ایک صاع فطرہ ضرور نکالتے۔

ملاحظہ فرمائیں ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کے موقف سے متعلق روایات:

❁ امام مسلم رحمہ اللہ (المتوفی۲۶۱) نے کہا:

''حدثنا عبد الله بن مسلمة بن قعنب، حدثنا داود يعنى ابن قيس، عن عياض بن عبد الله، عن أبى سعيد الخدرى، قال :كنا نخرج إذ كان فينا رسول الله صلى الله عليه وسلم زكاة الفطر، عن كل صغير، وكبير، حر أو مملوك، صاعا من طعام، أو صاعا من أقط، أو صاعا من شعير، أو صاعا من تمر، أو صاعا من زبيب فلم نزل نخرجه حتى قدم علينا معاوية بن أبى سفيان حاجا، أو معتمرا فكلم الناس على المنبر، فكان فيما كلم به الناس أن قال :إنى أرى أن مدين من سمراء الشام، تعدل صاعا من تمر فأخذ الناس بذلك قال أبو سعيد :فأما أنا فلا أزال أخرجه كما كنت أخرجه، أبدا ما عشت''

''صحابی رسول ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صدقہ فطر ہر چھوٹے، بڑے، آزاد، غلام کی طرف سے ایک صاع طعام یعنی ایک صاع پنیر یا جو یا کھجور یا کشمش نکالتے تھے پھر جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حج کو یا عمرہ کو آئے تو لوگوں میں منبر پر وعظ کیا اور اس میں کہا کہ میں جانتا ہوں کہ دو مد (یعنی نصف صاع) شام کا سرخ گیہوں (قیمت میں) ایک صاع کھجور کے برابر ہوتا ہے، تو لوگوں نے اس بات کو قبول کرلیا اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تو تاحیات فطرہ میں وہی نکالتا رہوں گا جو اللہ کے صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں نکالا کرتا تھا'' (صحیح مسلم 3 / 678 رقم 985)

❁ امام مسلم رحمہ اللہ (المتوفی۲۶۱) نے کہا:

''حدثنى عمرو الناقد، حدثنا حاتم بن إسماعيل، عن ابن عجلان، عن عياض بن عبد الله بن أبى سرح، عن أبى سعيد الخدرى، أن معاوية، لما جعل نصف الصاع من الحنطة، عدل صاع من تمر، أنكر ذلك أبو سعيد، وقال :لا أخرج فيها إلا الذى كنت أخرج فى عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم :صاعا من تمر، أو صاعا من زبيب، أو صاعا من شعير، أو صاعا من أقط''

’’صحابیِ رسول ابوسعید رضی اللہ عنہ نے کہا :جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے نصف صاع کھجور کو ایک صاع گیہوں کے برابر مقرر کیا تو ابوسعید رضی اللہ عنہ نے انکار کیا اور کہا میں تو (فطرہ میں) وہی دوں گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دیتا تھا یعنی ایک صاع کھجور یا ایک صاع کشمش یا ایک صاع جَو یا ایک صاع پنیر‘‘ (صحیح مسلم 3 / 679 رقم 985)

تنبیہ:

فطرہ میں گیہوں نہ نکالنے سے متعلق ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کی جو روایت ابن عجلان سے مختلف طرق سے مروی ہے اس میں صحیح روایت وہی ہے جسے امام مسلم کے حوالہ سے اوپر درج کیا گیا ہے ۔اس کے علاوہ ابن عجلان کی جو دیگر روایات ہیں ان میں شدید اضطراب ہے اس لئے وہ صحیح نہیں ہیں انہیں میں سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ

’’لا أخرج أبدا إلا صاعا‘‘

’’یعنی میں ایک ہی صاع ہمیشہ نکالوں گا‘‘ (سنن أبي داود 2 / 113 رقم 1618 وضعفہ الالبانی)

اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ نے آدھا صاع نکالنے سے اختلاف کیا تھا اور ایک صاع نکالنے کی بات کہی تھی ۔ غالبا اس جیسی روایت کے پیش نظر ہی بعض اہل علم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کا اختلاف صرف مقدار متعین کرنے میں تھا۔

لیکن یہ روایت صحیح نہیں علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

مزید یہ کہ اسی روایت کے دیگر طرق میں الگ الفاظ ہیں جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ گیہوں میں ایک صاع بھی نکالنے کے منکر تھے اور صرف انہیں چیزوں میں ایک صاع نکالنے کے قائل تھے جن پر عہد رسالت میں ان کا عمل تھا چنانچہ مسند احمد کی ایک روایت میں اس کے الفاظ یوں ہیں:

’’حدثنا يحيى بن سعيد ، عن ابن عجلان ، حدثنا عياض بن عبد الله ، عن أبي سعيد قال: لا أخرج أبدا إلا صاعا من تمر ، أو شعير ، أو أقط ، أو زبيب‘‘

’’ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ نے کہا :میں نہیں نکالوں گا مگر صرف ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو یا ایک صاع پنیر یا ایک صاع کشمش‘‘ (مسند أحمد (طبعۃ عالم الکتب) 4 / 245 رقم 11962 م، ورجالہ ثقات)

نیز ابن عجلان ہی کی ایک دوسری روایت کے مطابق ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ نے حصر کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ

عہد رسالت میں ہم صرف چار چیزوں ہی سے فطرہ نکالتے تھے اور میں انہیں سے ہی فطرہ نکالوں گا چنانچہ:
محمد بن عبد الرحمٰن المخلِّص رحمہ اللہ (المتوفی ۳۹۳) نے کہا:

”حدثنا أحمد :حدثنا علی :حدثنا المعافی :حدثنا القاسم، عن محمد بن عجلان، عن عیاض قال :أمر معاویة بصدقة الفطر بمدین قمح ، فقال أبوسعید الخدری:لا أخرج إلا کما کنا نخرج علی عهد رسول الله ﷺ، فإنا لم نخرج إلا صاعا من تمر، أو صاع زبیب، أو صاعا من شعیر، أو صاعا من أقط“

”ابوسعید الخذری رضی اللہ عنہ نے کہا : میں فطرہ میں نہیں نکالوں گا مگر ویسے ہی جیسے عہد رسالت میں ہم نکالتے تھے اور عہد رسالت میں ہم نے ایک صاع کھجور، یا ایک صاع کشمش، یا ایک صاع جو، یا ایک صاع پنیر کے علاوہ کچھ نہیں نکالا“ (المخلصیات 2 / 23 ورجالہ ثقات)

ابن عجلان ہی کی ان روایات سے صراحتا معلوم ہوتا ہے کہ ابوسعید الخذری رضی اللہ عنہ فطرہ میں سرے سے گیہوں نکالنے کے قائل ہی نہ تھے۔

لیکن ہماری نظر میں ابن عجلان کے طریق سے آنے والی ابوسعید الخذری رضی اللہ عنہ کی صرف وہی حدیث معتبر ہے جو صحیح مسلم میں ہے یا جس کی تائید دیگر صحیح روایات سے ملتی ہے باقی ابن عجلان کی دیگر منفرد روایات معتبر نہیں ہیں کیونکہ ان کی بیان کردہ حدیث میں کئی طرح کا اضطراب ہے، واللہ اعلم۔

نیز اس کو صحیح بھی مان لیں تو اس کا مطلب صرف یہ ہوگا ابوسعید الخذری رضی اللہ عنہ نے مقدار میں بھی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے اختلاف کیا تھا اور سرے سے گیہوں نکالنے سے بھی اختلاف کیا تھا جیسا کہ صاحب مراعاۃ کے الفاظ میں اس کی وضاحت آگے آرہی ہے۔

بہرحال درج بالا روایات سے معلوم ہوتا کہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے صرف قیمت کے اعتبار ہی سے اختلاف نہیں کیا بلکہ انہوں نے سرے سے گیہوں دینے ہی سے اختلاف کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ میں عہد رسالت میں جو دیتا تھا وہی آج بھی دوں گا۔

امام ابن حزم رحمہ اللہ (المتوفی ۴۵۶) نے کہا:

”فهذا أبو سعید یمنع من البر جملة“

”ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سرے سے گیہوں دینے ہی کے خلاف تھے“ (المحلی لابن حزم، ت بیروت: 4 /252)

علامہ عبید اللہ الرحمانی المبارکفوری رحمہ اللہ (المتوفی ۱۴۱۴) لکھتے ہیں:

”قد عرفت مما قدمنا إن أباسعيد كان يرى إن الواجب من كل شيء صاع خلافاً لمعاوية، ومن وافقه، ولكنه لم يخرج من البر قط لا صاعاً ولا نصفه لا؛ لأنه ما كان يعرف القمح فى الفطرة بل إتباعاً لما كان يفعله الصحابة فى زمانه صلی اللہ علیہ وسلم من إخراج غير البر، وكذا ابن عمر“

”ہماری سابقہ تفصیلات سے یہ بات واضح ہوچکی ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے موافقین سے اختلاف کرتے ہوئے ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کا خیال یہ تھا کہ ہر چیز میں ایک صاع ہی واجب ہے۔لیکن ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ نے گیہوں سے صدقہ الفطر نکالا ہی نہیں، نہ ایک صاع اور نہ آدھا صاع، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ فطرہ میں گیہوں کو ناجائز سمجھتے تھے بلکہ وہ گیہوں سے فطرہ نہ نکال کر کے عہد رسالت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تعامل کی اتباع کرنا چاہتے تھے اور ٹھیک یہی معاملہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا بھی تھا“(مرعاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح: 6 /197)

اس پوری تفصیل سے معلوم ہوا کہ ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ نے فطرہ میں دی جانے والی صرف چار چیزوں کو بیان کیا ہے، اور وہ پوری زندگی صرف انہیں چار چیزوں سے ہی فطرانہ دیتے رہے۔ اور یہی معاملہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا بھی تھا کہ وہ بھی صرف انہوں چیزوں سے فطرہ نکالتے تھے جو ان کی روایت کردہ حدیث میں مذکور ہیں۔

❁ تیسری حدیث:

امام طحاوی رحمہ اللہ (المتوفی ۳۲۱) نے کہا:

”حدثنا فهد بن سليمان ,وعلى بن عبد الرحمن قالا:حدثنا ابن أبى مريم قال:أخبرنى يحيى بن أيوب أن هشام بن عروة حدثه عن أبيه أن أسماء ابنة أبى بكر أخبرته أنها كانت تخرج على عهد رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم عن أهلها الحر منهم والمملوك مدين من حنطة أو صاعا من تمر“

اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ وہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں اپنے گھرانے میں ہرایک کی طرف سے خواہ آزاد ہوں یا غلام، دو مد (یعنی آدھا صاع) گیہوں یا ایک صاع کھجور نکالتی تھیں(شرح مشکل الآثار 9 / 27 رقم 3408 قال الالبانی اسنادہ صحیح علی شرط الشیخین وھو کذلک)

اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا نہ صرف ایک صحابیہ ہیں بلکہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کی سگی بہن بھی ہیں اور آپ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دور کا حوالہ دے کر مذکورہ بات کہہ رہی ہیں جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ یہ حدیث مرفوع ہے۔

یاد رہے کہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی سابقۃ الذکر حدیث کا بھی یہی معاملہ ہے کہ اس میں ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ نے عہدرسالت کا حوالہ دے کر فطرہ میں دی جانے والی اشیاء کا تذکرہ کیا ہے جس کی بناپر اسے مرفوع مانا گیا ہے۔ٹھیک یہی معاملہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کی اس حدیث میں بھی ہے اس لئے یہ حدیث بھی مرفوع ہے۔

اس حدیث سے ایک اور چیز کا فطرہ میں دینا ثابت ہوا وہ ہے گیہوں،لیکن گیہوں دینے کی شکل میں اس کی مقدار نصف صاع بتلائی گی ہے۔

احادیث کی روشنی میں منصوص اشیاء فطرہ

صحیح سندوں سے ثابت شدہ یہ صرف تین ایسی احادیث ہیں جن میں یہ صراحت ہے کہ عہد رسالت میں کون کون سی اشیاءفطرہ میں دی جاتی تھیں ۔ان احادیث کی روشنی میں فطرہ میں دی جانے والی منصوص اشیاء کی فہرست یہ ہے:

① کھجور

② جو

③ کشمش

④ پنیر

⑤ گیہوں

عہد رسالت میں ان پانچ اشیاء کے علاوہ کسی اور چیز سے صدقہ الفطر نکالنا ثابت نہیں ہے گرچہ طعام کی اور بھی کئی اقسام ان کے یہاں موجود تھیں مثلا ،(اللحم) گوشت ، (السمک) مچھلی ، (الفواکہ) میوے ، (الخضر اوات) سبزیاں ، (الذرۃ) مکئی ، (السویق) ستو ، (اللبن) دودھ وغیرہ۔

بلکہ جن پانچ اقسام کوفطرہ میں نکالا جاتا تھا ان میں بھی ایک خاص کیفیت وشکل کی قسم نکالی جاتی تھی ۔

چنانچہ:

(التمر) خشک کھجور نکالنا ثابت ہے مگر (رطب) تر کھجور نکالنا ثابت نہیں ہے۔

(الشعیر) جو اور (القمح) گیہوں اصل حالت میں نکالا جاتا تھا لیکن ان کا آٹا (الدقیق) بنا کر یا ان کے آٹے سے روٹی (الخبز) بنا کر فطرہ میں نکالنا ثابت نہیں ہے۔

نیز (الزبیب) کشمش کی جگہ (العنب) انگور، اسی طرح (الاقط) پنیر کی جگہ (اللبن) دودھ نکالنا ثابت نہیں ہے۔

☆منصوص اشیاء ہی سے فطرہ نکالنا افضل ہے

اس پوری تفصیل سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے کہ عہدرسالت میں عام طعام یا عام غلوں سے فطرہ نہیں نکالا جاتا تھا بلکہ کچھ خاص چیزیں متعین تھیں جن سے فطرہ ادا کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔

اور جو صحابہ فطرہ میں دی جانے والی اشیاء کے راوی ہیں ان کے بارے میں یہی ملتا ہے کہ وہ منصوص اشیاء ہی نکالنے کا اہتمام کرتے تھے ان کا موقف کامل اتباع اور احتیاط پر مبنی تھا۔اس بنا پر ہم کہتے ہیں کہ اگر کوئی صرف منصوص اشیاء (کھجور، جو، کشمش، پنیر اور گیہوں) ہی سے فطرہ نکالنے کا اہتمام کرتا ہے تو یہی افضل وبہتر ہے۔

☆بعض اہل علم کے نزدیک منصوص اشیاء ہی سے فطرہ نکالنا واجب ہے:

بلکہ بعض اہل علم نے تو منصوص اشیاء ہی سے فطرہ نکالنے کو واجب قرار دیا ہے اور غیر منصوص اشیاء مثلا عام طعام وغلوں سے فطرہ نکالنے کو ناجائز کہا ہے۔

امام ابن حزم رحمہ اللہ کا یہی موقف ہے دیکھئے (المحلی لابن حزم، ت بیروت 4 / 252)

بلکہ امام احمد رحمہ اللہ سے بھی ایک روایت یہی منقول ہے چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ (المتوفی ٦٧٦) فرماتے ہیں:

”وعن أحمد رواية أنه لا يجزء إلا الأجناس الخمسة المنصوص عليها التمر والزبيب والبر والشعير والأقط“

”اور امام احمد رحمہ اللہ سے ایک روایت یہ ہے کہ فطرہ میں پانچ منصوص اشیاء یعنی کھجور، کشمش، گیہوں، جو اور پنیر کے علاوہ کسی اور چیز سے فطرہ نکالنا درست نہیں ہے“(المجموع شرح المہذب 6 / 144)

واضح رہے کہ بعض حضرات یہ بھی کہہ جاتے ہیں کہ فطرہ نکالنے کا معاملہ امرتعبدی یعنی غیر معقول المعنی والعلۃ ہے اگران حضرات کی بات درست تسلیم کرلی جائے تو پھر یہ ماننے بغیر کوئی چارہ نہ ہوگا کہ فطرہ میں صرف اورصرف منصوص چیزیں (کھجور، جو، کشمش، پنیر اورگیہوں) ہی دینا فرض ہوگا۔لیکن یہاں امرتعبدی والی بات بالکل لغو ہے جیسا کہ تفصیل آگے آرہی ہے۔

راجح یہی معلوم ہوتا ہے کہ اسے واجب وفرض کہنا درست نہیں ہے تاہم اس کے افضل وبہتر ہونے میں کلام نہیں۔

رہی بات یہ کہ اگرمنصوص اشیاء پر قیاس کرتے ہوئے غیرمنصوص اشیاء مثلا عام طعام اوردیگر غذائی اشیاء نکالی جائیں تو کیا یہ بھی افضل ہیں تو اس بارے میں تفصیل آگے آرہی ہے۔

باب دوم

فطرہ دینے کی علت وحکمت

اگرصرف منصوص اشیاء (کھجور، جو، کشمش، پنیر اورگیہوں) ہی سے فطرہ ادا کیا جائے تب تو اس کی علت پر بحث کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے لیکن اگراس پرقیاس کرتے ہوئے دیگر غلہ دینے کی بات کہی جائے یا یہ کہا جائے کہ ہرعلاقے کے لوگ اپنے اپنے علاقے میں پائے جانے والے طعام سے فطرہ نکالیں گے تو یہ قیاس کرنے سے پہلے یہ جاننا ضروری ہوگا کہ فطرہ دینے کی اصل علت وحکمت کیا ہے؟

اس سلسلے میں ایک حدیث مروی ہے لیکن اس میں جزئی اور غیرلازمی علت کا بیان ہے نہ کہ کلی اورلازمی علت، ملاحظہ ہو یہ حدیث:

”عن ابن عباس، قال :فرض رسول الله ﷺ زكاة الفطر طهرة للصائم من اللغو والرفث، وطعمة للمساكين، من أداها قبل الصلاة، فهي زكاة مقبولة، ومن أداها بعد الصلاة، فهي صدقة من الصدقات“

”عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صدقہ فطر صائم کولغواور بیہودہ باتوں سے پاک کرنے کے لیے اورمسکینوں کے کھانے کے لیے فرض کیا ہے، لہٰذا جو اسے (عید کی) نماز سے پہلے ادا کرے گا تو یہ مقبول صدقہ ہوگا اور جو اسے نماز کے بعد ادا کرے گا تو وہ عام صدقات میں سے ایک صدقہ ہوگا“
(سنن أبي داود 2 / 111 رقم 1609)

اس حدیث میں فطرہ کی دوعلت بتلائی گئی ہے:

① طھرۃ للصائم

② طعمۃ للمساکین

لیکن یہ دونوں علتیں ہر دئے جانے والے فطرہ کے اندر لازمی طور یا کلی طور پرنہیں پائی جاتی ہے ہم ہر ایک کے بارے میں تفصیل سے سمجھتے ہیں۔

پھلی علت : طھرۃ للصائم :

''طہرۃ للصائم'' کا مفاد یہ ہے کہ جو روزہ دار اپنی طرف سے فطرہ نکال دے گا تو دوران روزہ اس سے ہونے والی کوتاہیوں وغلطیوں کے لئے یہ فطرہ کفارہ بن جائے گا اوراس کا روزہ پاک ہوجائے گا۔

لیکن یہ بات سب کومعلوم ہے کہ ہرفطرہ دینے والا شخص روزہ نہیں رکھتا مثلا کوئی رمضان بھر بیمار رہا تو وہ روزہ نہیں رکھے گا لیکن پھربھی اسے فطرہ دینا ہوگا اسی طرح جو بالکل چھوٹے بچے ہیں وہ بھی روزہ نہیں رکھتے لیکن ان کی طرف سے بھی فطرہ نکالنا ہوتا ہے۔ظاہر ہے کہ ان حضرات کی طرف سے دئے جانے والے فطرہ میں یہ علت'' طہرۃ للصائم'' بالکل بھی نہیں پائی جاتی ہے۔ثابت ہوا کہ یہ'' طہرۃ للصائم'' والی علت لازمی وکلی علت نہیں ہے۔

دوسری علت : طعمۃ للمساکین :

صدقۃ الفطر کا ''طعمۃ للمساکین'' ہونا یہ ہرحال میں لازمی علت نہیں ہے جیسے صدقہ الفطر کا ''طھر ۃ للصائمین'' ہونا لازمی علت نہیں ہے۔

چنانچہ صدقہ الفطر بالکل چھوٹے بچے اور بیمار وغیرہ کی طرف سے بھی نکالا جاتا ہے جبکہ یہ لوگ روزہ رکھتے ہی نہیں لہٰذا ان کے حق میں صدقہ الفطر کے''طھر ۃ للصائمین'' ہونے کا سوال ہی پیدانہیں ہوتا۔

ٹھیک اسی طرح صدقۃ الفطر وصول کرنے والوں کے لئے باجماع امت یہ بات جائز ہے کہ وہ وصول کردہ صدقہ الفطر کوکھانے کے بجائے بیچ کرکسی اورمصرف میں لاسکتے ہیں ۔

متاخرین حنابلہ جواس مسئلہ میں انتہائی متشدد ہیں وہ بھی اس بات کے قائل ہیں کہ فطرہ میں طعام وصول کرنے والافقیراس سلسلے میں آزاد ہے کہ وہ چاہئے تو وصول کردہ طعام کواپنی خوراک بنائے یا چاہئے تو اسے بیچ

کراس کی قیمت حاصل کرکے اس سے فائدہ اٹھائے ، شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”لا يجوز أن تدفع زكاة الفطر نقوداً بأى حال من الأحوال، بل تدفع طعاماً، والفقير إذا شاء باع هذا الطعام وانتفع بثمن“

”صدقۃ الفطر میں رقم دینا کسی بھی حالت میں جائز نہیں ہے بلکہ کھانا ہی دیا جائے گا،اور فقیرا گر چاہئے تو اس کھانے کو بیچ کراس کی قیمت سے فائدہ اٹھاسکتا ہے“(مجموع فتاوی ورسائل العثیمین 18 / 277)

ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں ان حضرات کے لئے صدقۃ الفطر” **طعمة للمساكين**“ نہیں بنتا۔ثابت ہوا کہ ”**طعمة للمساكين**“بھی ہرحال میں لازمی وکلی علت نہیں ہے۔

اب سوال ہے یہ کہ جب مذکورہ حدیث میں منصوص علتیں لازمی وکلی نہیں ہیں ، بلکہ غیرلازمی اور جزئی ہیں تو پھرصدقۃ الفطر کے پیچھے اصل علت کیا ہے؟

تو عرض ہے کہ صدقہ الفطر کی اصل علت یہ ہے کہ عید کے دن غرباء ومساکین کے لئے ثمن فراہم کردیا جائے پھرغرباء ومساکین چاہیں تو عین وصول کردہ اشیاء ہی کو بطورخوراک استعمال کریں ، یا اس کے ذریعے اپنی من پسند خوراک خرید لیں ، یا خوراک کے بجائے اپنی دوسری ضروریات مثلا کپڑے وغیرہ کی خریداری کرسکیں ۔

ممکن ہے کوئی کہے کہ اگرثمن ہی فراہم کرنا مقصود تھا تو نقدی ہی دینے کی بات کہی جاتی ،لیکن نقدی کے بجائے طعام دینے کی بات کیوں کہی گئی تو عرض ہے کہ صدالفطر کی جو مالیت ہے اس مالیت کے مساوی کسی کرنسی کا رواج اس دور میں تھا ہی نہیں ، رہے دینار ودرہم تو ان کی مالیت بہت زیادہ تھی اس لئے بڑی بڑی قیمت والی اشیاء ہی کے لئے ان کا استعمال ہوتا تھا اورچھوٹی چھوٹی اشیاء کے لئے طعام کی وہی قسمیں بطورثمن استعمال کی جاتی تھیں ،جن کا ذکرفطرہ والی احادیث میں ہے(اس پرمفصل گفتگو آگے آرہی ہے ،دیکھئے ص ۳۴) یعنی طعام کی یہ قسمیں بطورثمن کرنسی کی طرح استعمال ہوتی تھیں اور ان سے کوئی چیزلینا دینا کرنسی سے لینے دینے کے برابر تھا۔اورفطرہ میں ان چیزوں کواسی حیثیت یعنی ثمن کے طور پر ہی جاتا تھا ، یہی فطرہ کی اصل علت ہے اس کے دلائل ملاحظہ ہوں:

اولا:

اگرمقصودصرف خوراک فراہم کرنا ہوتا تو صرف یہ حکم دیا جاتا کہ خوراک فراہم کردو ،لیکن اس خوراک کی

نوعیت کی تعیین نہیں کی جاتی ۔مگر ہم دیکھتے ہیں کہ احادیث میں غلہ دینے کی صراحت کے ساتھ ساتھ اس کی نوعیت کی تعیین بھی وارد ہوئی ہے کہ فلاں فلاں چیز دی جائے ۔اور یہ چیزیں وہی ہیں جوعہدرسالت میں بطور ثمن استعمال ہوتی تھیں۔نیزغورکریں کہ اسلام میں بعض مسائل میں بطورکفارہ کھانا کھلانے کی بات ہےلیکن اس طرح کےنصوص میں کھانے کی نوعیت کاتعین نہیں بلکہ صرف مطلق کھانا کھلانے کی بات ہےجس سے پتہ چلتا ہے کہ یہاں اصل مقصود کھانا کھلانا ہے۔

لیکن صدقہ الفطر میں اول تو کھانا کھلانے کی نہیں بلکہ کھانا دینے کی بات ہے نیز اس کے ساتھ اس کی تعیین بھی وارد ہے۔یہ تفریق ہی بتلارہی ہے کہ صدقۃ الفطر میں دیا جانے والا کھانا بطورخوراک نہیں بلکہ بطور ثمن تھا۔

ثانیا:

فطرہ میں گیہوں دیا جائے تو اس کی مقدار نصف صاع بتلائی گئی ہے۔بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ صرف امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اجتہاد تھا جو حجت نہیں لیکن ایسے لوگوں کو معلوم ہونا چاہئے عین یہی بات مرفوعا صحیح حدیث سے بھی ثابت ہے(شرح مشکل الآ ثار 9 / 27 رقم 3408)۔اوراس کی سند صحیحین کی شرط پر صحیح ہے جیسا کہ علامہ البانی رحمہ اللہ نے کہا ہے۔(تمام المنۃ فی التعلیق علی فقہ السنۃ ص 387)۔

یہاں غور کیجیے کہ گیہوں کی مقدار دیگر خوراک کے مساوی نہیں بلکہ دیگرخوراک کی قیمت کے مساوی رکھی گی ہے۔یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ فطرہ میں دیا جانے والا غلہ بطورخوراک نہیں بلکہ بطورثمن تھا۔

ثالثا:

کفارہ وغیرہ میں جہاں مسکین کو غذا وخوراک فراہم کرنا مقصود ہے وہاں اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ ایک دن کے کفارے کے طور پر مسکین کو دئے جانے والے طعام کو پانچ حصوں میں بانٹ کر پانچ مساکین کو دے دئے جائیں کیونکہ ایسی صورت میں ان پانچوں میں سے کسی ایک کا بھی پیٹ نہیں بھرے گا بنا بریں اصل مقصود مسکین کو غذاء وخوراک فراہم کرنا پورا نہیں ہوگا۔

لیکن فطرہ میں ایک شخص کی طرف سے دئے جانے والے ایک صاع کے بارے میں یہ بالکل جائز ہے کہ اس کے پانچ حصے کرکے پانچ الگ الگ لوگوں میں تقسیم کردیا جائے۔

شیخ صالح الفوزان حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

"فرض رسول الله ﷺ صدقة الفطر صاعًا من البر ونحوه من الطعام، ويجوز أن يدفع المسلم الصاع لشخص واحد أو لعدة أشخاص، المهم أن يكون من الدافع صاع كامل، أما المدفوع له فلا مانع أن يشترك عدة أشخاص فی صدقة شخص واحد"

اللہ کے رسول ﷺ نے صدقۃ الفطر ایک صاع گیہوں یا اس کے علاوہ دیگر طعام کو فرض قرار دیا ہے اور یہ جائز ہے کہ ایک مسلمان ایک صاع ایک ہی مسکین کو دے دے یا اس ایک ہی صاع کو کئی مساکین میں تقسیم کردے۔ضروری صرف اتنا ہے کہ دینے والا ایک مکمل صاع دے، لیکن جہاں تک لینے والے کی بات ہے تو ایک ہی شخص کے ایک صاع فطرہ کو کئی اشخاص کے حوالے کرنا جائز ہے۔ (مجموع فتاوی فضیلۃ الشیخ صالح بن فوزان 2 / 437)

قارئین غور فرمائیں کہ کفارہ کے معاملے میں اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ ایک آدمی کی طرف سے ایک دن کے کفارے کو پانچ یا اس سے زائد لوگوں میں تقسیم کردیا جائے کیونکہ ایسی صورت میں اصل مقصود جو مسکین کو خوراک فراہم کرنا ہے وہ حاصل نہیں ہوگا۔

لیکن فطرہ میں ایک شخص کی طرف سے دئے جانے والے ایک صاع کو پانچ یا اس سے زائد اشخاص میں تقسیم کیا جاسکتا ہے ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں ایک صاع فطرے کے یہ ٹکڑے کسی ایک کے لئے بھی مکمل خوراک نہیں بن سکیں گے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ فطرۃ میں مسکین کو خوراک ہی فراہم کرنا اصل مقصود نہیں ہے بلکہ اصل مقصود ثمن فراہم کرنا ہے۔

ممکن ہے کوئی کہے کہ گرچہ ایک شخص کی طرف سے موصول ہونے والا یہ ٹکڑا ایک مسکین کے لئے مکمل خوراک ثابت نہ ہو لیکن اسی مسکین کو دیگر صائمین کی طرف سے بھی فطرے موصول ہوں گے اور پھر مجموعی صورت میں اس کی خوراک کا بندوبست ہوجائے گا تو سوال یہ ہے کہ اگر بالفرض ان مسکینوں کو کہیں اور سے فطرۃ ملنے کی امید نہ ہو تو کیا ایک شخص کے لئے اپنے ایک صاع طعام کو ان سب میں تقسیم کرنا جائز نہ ہوگا؟

رابعا:

کفارہ وغیرہ میں جہاں مسکین کو غذا وخوراک فراہم کرنا مقصود ہے وہاں یہ جائز ہے کہ کفارہ دینے والا مسکین کے گھر کھانا بھیجنے کے بجائے اپنے گھر ہی کھانے پر مسکین کو مدعو کرلے اور اسے کھانا کھلا کر رخصت

کر دے ۔ کیونکہ ایسی صورت میں بھی اصل مقصود خوراک فراہم کرنا حاصل ہو جاتا ہے۔

الاسلام سوال وجواب میں ہے:

”أما صفة الإطعام فيخير بين أن يعطى كل مسكين نصف صاع من الطعام كالأرز ونحوه (أى كيلو جرام ونصف تقريباً) ، أو يصنع طعاماً ويدعو إليه المساكين“

جہاں تک (کفارہ میں) کھلانے کی بات ہے تو کھلانے والے کو اختیار ہے کہ وہ خواہ ہر مسکین کو نصف صاع (تقریبا ڈیڑھ کلو) کھانا مثلا چاول وغیرہ دے ۔خواہ (اپنے گھر) کھانا بنا کر مسکینوں کو مدعو کر کے کھلا دے ۔(الاسلام ،سوال وجواب : مقدار الفدیۃ التی فی آیۃ الصیام رقم 49944)

لیکن فطرۃ کے معاملے میں یہ جائز نہیں کہ مقدار فطرہ کا کھانا بنوا کر مساکین کی دعوت لے لیں اور انہیں اپنے گھر پر کھلا پلا کر رخصت کر دیں ۔

✿ خامسا:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کفارہ میں مسکین کو جو طعام دیتے تھے وہ روٹی اور گوشت وغیرہ کی شکل میں ہوتا تھا جیسا کہ انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اخیر عمر میں جب وہ بیمار ہو گئے اور روزہ رکھنے پر قادر نہ تھے تو وہ ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو گوشت اور روٹی کھلاتے تھے ۔(أحادیث إسماعیل بن جعفر، رقم 112، واسنادہ صحیح ، ورواہ البخاری 6 / 25 تعلیقا، وانظر : تغلیق التعلیق لابن حجر 4 / 177)

لیکن یہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فطرہ میں جو طعام دیتے تھے وہ روٹی اور گوشت نہیں بلکہ ان منصوص اشیاء میں سے کوئی ایک ہوتا تھا جن کا ذکر ابوسعد الخذری رضی اللہ عنہ کی طرف ہے کیونکہ ابوسعید الخذری رضی اللہ عنہ نے اسے صرف اپنا نہیں بلکہ تمام صحابہ کا عمل بتلایا ہے جن میں سارے صحابہ شامل ہیں ۔

✿ سادسا:

کفارہ میں مسکین کو روٹی دینا صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے جیسا کہ انس رضی اللہ عنہ کا اثر گذر چکا ہے، لیکن صدقہ الفطر میں روٹی دینا صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت نہیں، جبکہ صدقۃ الفطر میں دی جانے والی بعض اشیاء سے روٹی بنائی جاسکتی تھی ، یہ تفریق بھی دلیل ہے کہ کفارہ میں مقصود خوراک ہے جبکہ صدقہ الفطر میں مقصود ثمن فراہم کرنا ہے تا کہ مسکین اپنی مرضی سے جہاں چاہئے اسے صرف کر سکے۔

سابعا:

ہر معقول شخص بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ بھوکے آدمی کے لئے زیادہ سہولت غلہ لینے میں نہیں بلکہ بنا بنایا کھانا لینے میں ۔اسی لئے کفارہ وغیرہ میں جہاں مقصود صرف اورصرف کھانا کھلانا ہے وہاں بنابنایا کھانا ہی کھلانے کا حکم ہے ۔لیکن فطرہ میں صرف مخصوص غلہ دینے ہی کی بات ملتی ہے اس سے بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ اصل مقصود ثمن فراہم کرنا ہے نہ کہ خوراک۔

ہماری اس بات پر بعض لوگوں نے یہ تہمت لگائی ہے کہ ہم نے یہ کہہ کر شریعت پر اعتراض کیا ہے ،ان لوگوں کو کون سمجھائے کہ یہ شریعت پر اعتراض نہیں بلکہ شریعت پرعین ایمان ہے کیونکہ کفارہ میں کھانا کھلانے اورفطرہ میں کھانے دینے کی تفریق ہم نے نہیں بلکہ شریعت نے ہی کی ہے ،اورا ہم اسی تفریق سے استدلال کررہے ہیں ۔

ثامنا:

اگر صدقۃ الفطر میں دیے جانے والے غلہ کا مقصود صرف خوراک فراہم کرنا ہوتا تو کیا وجہ ہے کسی بھی حدیث میں یہ نہیں ملتا کہ غلہ دینے کے بجائے کسی کو کھانا کھلا دو؟ سوال یہ ہے کہ جب اس غلہ کا مقصودصرف اورصرف کھانا فراہم کرنا ہی ہے ۔تو آخراس بات کی اجازت کیوں نہیں دی گئی کہ بعض لوگ فطرہ دینے کے بجائے کسی کو کھانا بھی کھلاسکتے ہیں؟ شریعت کی طرف سے یہ اجازت نہ ہونا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ فطرہ میں اصل مقصود ثمن فراہم کرنا ہے۔

تاسعا:

کفارہ میں دئے جانے والے طعام کی مقدار نصف صاع یعنی تقریبا ڈیڑھ کلو ہے جیسا کہ اہل علم نے صراحت کی ہے ، اوریہ ایک آدمی کی خوراک کی مقدار ہے ، جبکہ فطرہ میں دئے جانے والے طعام کی مقدار ایک صاع ہے یعنی تقریبا ڈھائی کلو ہے اور یہ آدمی کی خوراک کی مقدار سے زائد ہے ۔مقدار کی یہ تفریق بھی دلیل ہے کہ کفارہ میں مقصود خوراک فراہم کرنا ہے ، جبکہ صدقہ الفطر میں مقصود ثمن فراہم کرنا ہے۔

عاشرا:

کفارہ میں مساکین کو طعام صرف کھانے کے لئے دیا جاتا ہے اورانہیں اس بات کی قطعا اجازت نہیں

ہوتی کہ وہ اس طعام کو کھانے کے بجائے فروخت کر کے اس کی قیمت حاصل کرلیں اوراس سے اپنی ضرورت کی کوئی اور چیز خرید لیں ، لیکن صدقہ الفطر میں مساکین کو دیا گیا طعام صرف کھانے ہی کے لئے نہیں دیا جاتا بلکہ مساکین باتفاق امت اس بات کے مجاز ہوتے ہیں کہ وہ چاہیں تو اس طعام کو بطور خوراک استعمال کریں اور چاہیں تو اس سے ضرورت کی کوئی اور چیز مثلا کپڑے وغیرہ خرید لیں ۔

تلک عشرة کاملہ

شریعت کی جانب سے یہ سارے فرق چیخ چیخ کر اعلان کررہے ہیں کہ کفارہ میں دیا جانے والا طعام کچھ اور ہے اور فطرۃ میں دیا جانے والا طعام کچھ اور ہے۔کفارہ ولا طعام محض مسکین کی غذا وخوراک کے لئے ہے جبکہ فطرہ والا طعام مسکین کے لئے بطور ثمن ہے جسے وہ جس طرح چاہے استعمال کرسکتا ہے۔

اس تفصیل سے یہ حقیقت طشت ازبام ہوجاتی ہے کہ صدقہ الفطر کی ادائیگی میں اصل حکمت غرباو ومساکین کو ثمن فراہم کرنا ہے اورحدیث میں طعمۃ کی جو علت بتلائی گئی ہے یہ من جملہ ایک علت ہے یعنی کلی علت نہیں بلکہ جزئی علت ہے اوروہ بھی لازمی اور ضروری نہیں جیسا کہ ماقبل وضاحت گذرچکی ہے کہ مسکین وصول کردہ طعام کو باتفاق امت فروخت کر کے غیر طعام کے لئے بھی استعمال کرسکتا ہے ۔

منکرین نقد کا متضاد طرزعمل:

حیرتناک بات ہے کہ منکرین نقد ایک طرف حدیث میں مستعمل ”**طعمة للمساكين**“ سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ حدیث میں صدقہ الفطر کو ”**طعمة للمساكين**“ کہا گیا ہے اس لئے خوراک ہی دینی لازم ہے ورنہ یہ علت پوری نہ ہوگی ۔لیکن دوسری طرف انہیں اس بات سے قطعا کوئی سروکار نہیں ہے کہ غرباء ومساکین کے ہاتھ میں پہنچ کر یہ طعام ،طعمہ ہی بن رہا ہے یا نقد میں تحلیل ہورہا ہے۔

یہ حضرات سارا زوراس بات پرصرف کرتے ہیں طعام دینا ہے لیکن اسے ” **طعمة للمساكين**“ بنانے پران کے یہاں کوئی اہتمام نہیں ہے ۔

آپ نے دینے والوں کے لئے تو یہ فتوی دے دیا کہ وہ صرف طعام ہی دیں گے ۔لیکن لینے والوں کے لئے یہ فتوی کیوں نہیں کہ وہ وصول کردہ طعام کو اپنے لئے طعمۃ ہی بنائیں۔

اگر دینے ولا طعام کو رقم کی شکل نہیں دے سکتا تو لینے والا طعمۃ کو رقم کی شکل کیسے دے سکتا ہے؟ اگر دے سکتا ہے تو ”**طعمة للمساكين**“ کی علت کہاں پوری ہوئی ؟

حیرت کی بات ہے کہ طعام دینے پر اصرار کی علت ہی یہی بتلائی جارہی ہے کہ اگر ایسا نہیں کیا گیا تو "**طعمة للمساكين**" کا مقصد پورا نہیں ہوگا۔ لیکن طعام دینے کے بعد اگلے ہی پل اس بات سے آنکھیں بند کرلی جاتی ہیں کہ "**طعمة للمساكين**" کا مقصد پورا بھی ہورہا ہے یا نہیں؟ یعنی اس مقصد کی رعایت صرف دیتے وقت ہے اور دینے کے بعد اس مقصد کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

بلکہ بالاتفاق یہ فتوی بھی موجود ہے کہ طعام وصول کرنے کے بعد غرباء ومساکین کو اختیار ہے کہ وہ چاہیں تو اسے بطور خوراک استعمال کریں اور چاہیں تو اسے فروخت کرکے کسی اور مصرف لے آئیں۔

دنیائے تفقہ کی یہ کیسی بوالعجبی ہے کہ فطرہ دینے والوں سے یہ کہہ کر خوراک وصول کی جائے کہ یہ مسکین کا کھانا ہے، اور پھر اس کھانے کو مسکین کے ہاتھ میں تھما کر اسے یہ رائے وصلاح دی جائے کی آپ چاہیں تو اسے کھالیں اور چاہیں تو فروخت کرکے کسی اور مصرف میں لے آئیں !!!

بہرحال طعام وصولنے کے بعد مسکین کے لئے یہ اختیار کہ وہ چاہئے تو اسے خوراک نہ بنا کر بیچ کر کسی اور مصرف میں بھی لاسکتا ہے۔ یہ خود اس بات کی دلیل ہے کہ "**طعمة للمساكين**"کلی اور لازمی علت نہیں ہے بلکہ اصل علت مسکین کو ثمن فراہم کرنا ہی ہے۔

"طعمة" کا ایک وسیع اطلاق:

اوپر وضاحت ہوچکی ہے کہ حدیث میں صدقۃ الفطر کی علت جو "**طعمة للمساكين**" بتلائی گی ہے، یہ علت جزوی اور غیر لازمی ہے۔

لیکن یہ بات ہم نے اس صورت میں کہی ہے جب اس حدیث میں طعمہ سے صرف اور صرف خوراک ہی مراد لیں، لیکن عربی زبان نیز شریعت کے نصوص میں طعمہ کا ایک وسیع مفہوم بھی ملتا ہے جس میں نہ صرف خوراک کا معنی پایا جاتا ہے بلکہ دیگر ضروریات زندگی اور سامان رزق کا مفہوم بھی اس میں شامل ہوتا ہے مثلا:

"**عن أبى الطفيل، قال :جاء ت فاطمة رضى الله عنها، إلى أبى بكر رضى الله عنه، تطلب ميراثها من النبى ﷺ، قال :فقال أبو بكر رضى الله عنه :سمعت رسول الله ﷺ يقول :إن الله عز وجل، إذا أطعم نبيا طعمة، فهى للذى يقوم من بعده**"

"سیدنا ابوالطفیل (عامر بن واثلہ لیثی رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا، نبی کریم ﷺ کے ورثے کا مطالبہ لے کر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں تو انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ

ﷺ فرماتے تھے اللہ تعالیٰ جب اپنے نبی کو کوئی رزق عنایت فرما دیتا ہے تو اس کا سر پرست وہی ہوتا ہے جو اس کے بعد (بطور خلیفہ) آئے'' (سنن أبي داود 3 144 /واسنادہ صحیح اوحسن علی الاقل)

اس روایت میں اللہ کے نبی ﷺ کی میراث کے لئے طعمہ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

ایک روایت میں دیناروں پر بھی طعمہ کا اطلاق ہوا ہے دیکھئے (تاریخ المدینۃ لابن شبۃ 3 / 989 رجالہ ثقات واسنادہ منقطع لکنہ مقبول فی استشہاد لغوی)

معلوم ہوا کہ ''طعمۃ'' اپنے اندر ایک وسیع معنی بھی رکھتا ہے اور جب کسی لفظ میں کئی معانی کا احتمال ہوتو سیاق وسباق یا قرائن کی روشنی میں اس کے معنی کا تعین ہوتا ہے، ماقبل میں صدقۃ الفطر کی علت پر ہم نے جو تفصیل پیش کی ہے انہیں قرینہ بناتے ہوئے اس بات کی گنجائش ہے کہ یہاں ''طعمہ'' کو اس وسیع معنی میں لیا جائے۔ ایسی صورت میں یہ ''طعمہ'' والی علت کلی اور لازمی قرار پائے گی۔

لیکن اگر یہاں ''طعمہ'' کو اس وسیع معنی میں نہ لیا جائے تو یہ ماننے بغیر چارہ نہیں ہے کہ یہ علت کلی نہیں بلکہ جزوی اور وہ بھی غیر لازمی ہے جیسا کہ وضاحت گذر چکی ہے۔

باب سوم

فطرانہ میں غیر منصوص اشیاء دینے کا حکم

❁ صرف منصوص اشیاء سے فطرہ نکالنے کا حکم:

اگر فطرہ میں صرف منصوص اشیاء یعنی احادیث میں مذکور پانچ چیزوں (کھجور، جو، کشمش، پنیر اور گیہوں) میں سے ہی کوئی چیز نکالی جائے، تو اس میں کوئی کلام نہیں کہ یہی افضل ہے، کیونکہ اس صورت میں عین نص پر عمل ہو رہا ہے۔ یہ اپنے آپ میں ایک فضیلت کی بات ہے۔

بلکہ بعض اہل علم مثلا علامہ ابن حزم رحمہ اللہ نے تو اس بات کو واجب قرار دیا ہے کہ فطرۃ میں صرف منصوص اشیاء ہی نکال سکتے ہیں، یعنی منصوص اشیاء کے علاوہ کوئی دوسری چیز، خواہ وہ خوراک اور طعام ہی کیوں نہ ہو، اسے فطرہ میں نکالنا جائز نہیں ہے؛ اس کا حوالہ گذر چکا ہے۔

اسی طرح بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طرز عمل بھی ملتا ہے کہ وہ صرف منصوص اشیاء ہی سے فطرۃ نکالتے تھے اور منصوص اشیاء کے علاوہ دیگر اشیاء سے فطرہ نہیں نکالتے تھے، خواہ وہ خوراک وطعام ہی کیوں نہ ہو، یہ بات

بھی باحوالہ گذر چکی ہے۔

❁ کیا فطرہ میں دی جانے والی اشیاء کا معاملہ تعبدی ہے ؟

بعض حضرات کا کہنا ہے کہ فطرہ میں جن چیزوں کی ادائیگی کا ذکر احادیث میں آیا ہے ان کا معاملہ امر تعبدی کے قبیل سے ہے۔

اگر یہ بات درست تسلیم کرلی جائے تو یہ ماننا لازم ہوگا کہ صدقہ الفطر میں صرف اور صرف انہیں چیزوں کو نکال سکتے ہیں جن کا صراحت کے ساتھ احادیث میں ذکر ہے اور یہ کل پانچ چیزیں(کھجور، جو، کشمش، پنیر اور گیہوں) ہیں، ان پانچ منصوص اشیاء کے علاوہ دیگر اشیاء کو خواہ وہ طعام وخوراک ہی کیوں نہ ہو، اس پر قیاس کرنا صحیح نہ ہوگا کیونکہ یہ معاملہ امر تعبدی کا ہے جس میں قیاس کی گنجائش نہیں ہے۔

لیکن راجح بات یہ معلوم ہوتی ہے صدقۃ الفطر کی علت معقول المعنی ہے لہٰذا اس پر دیگر اشیاء کا قیاس کرنا درست ہے۔اس اعتبار سے صرف منصوص اشیاء ہی کے نکالنے کو واجب قرار دینا صحیح نہیں ہے، البتہ اس کے افضل ہونے میں کوئی کلام نہیں ہے۔

❁ غیر منصوص اشیاء سے فطرہ نکالنے کا حکم:

اگر منصوص اشیاء یعنی احادیث میں مذکور پانچ چیزوں (کھجور، جو، کشمش، پنیر اور گیہوں) میں سے کوئی چیز نہ نکالی جائے بلکہ نص سے ہٹ کر دوسری اشیاء مثلا عام خوراک جیسے چاول، دال وغیرہ یا نقد ورقم وغیرہ فطرہ میں دیا جائے تو کیا ان چیزوں میں کسی کو دوسری کی بنسبت افضل کہا جائے گا ؟

تو اس سلسلے میں عرض ہے کہ مطلق افضلیت کی بات اسی وقت تک کہی جاسکتی ہے جب تک عین نص پر عمل ہو یعنی صرف ان پانچ چیزوں میں سے ہی کوئی چیز نکالی جائے جن کا ذکر احادیث میں ہے۔

لیکن اگر احادیث میں منصوص ان پانچوں چیزوں کو ترک کردیا جائے اور ان کی جگہ دوسری چیزیں فطرہ میں دی جائیں مثلا عام خوراک جیسے چاول وغیرہ یا نقد و رقم ،تو اب اس صورت میں کسی بھی چیز کو علی الاطلاق افضل وبہتر کہنا درست نہیں ہے بلکہ حالات وظروف کے لحاظ سے ہی فیصلہ ہوگا کہ ان غیر منصوص اشیاء میں کیا چیز افضل ہوگی۔

یہ بات معلوم ہے کہ جب منصوص اشیاء کو ترک کیا جاتا ہے تو ان کی جگہ پر یا تو دیگر خوراک دی جاتی ہے یا پھر نقد ورقم دی جاتی ہے، اب آگے بالترتیب ان دونوں کا حکم ملاحظہ ہو:

باب چھارم

فطرانہ میں غیر منصوص طعام دینے کا حکم

یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کرلینی چاہیئے کہ فطرہ میں عام طعام وخوراک دینے سے متعلق کوئی حدیث موجود نہیں ہے۔ غلط فہمی کے نتیجے میں بعض حضرات کہ یہ محض خوش فہمی ہی ہے کہ وہ چاول، دال کا فطرہ نکال کر یہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے عین حدیث پر عمل کیا ہے، انہیں اس بات کا احساس ہی نہیں کہ دال چاول کا فطرہ نکال کر نہ صرف یہ کہ عین حدیث پر ان کا عمل نہیں ہورہا ہے بلکہ اہل علم میں سے بعض کے بقول یہ ناجائز کام کررہے ہیں اور ان کا فطرہ ادا ہی نہیں ہورہا ہے۔ جیسا کہ گذشتہ سطور میں ابن حزم رحمہ اللہ کا موقف پیش کیا جاچکا ہے۔

دراصل ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث میں طعام کا لفظ آ گیا ہے جس سے بعض لوگوں کو یہ غلط فہمی ہوگئی ہے کہ اس سے مطلق طعام مراد ہے، پہلے باب میں پوری تفصیل کے سے اس حدیث کا مفہوم واضح کردیا گیا ہے کہ اس میں طعام سے مراد مطلق طعام نہیں بلکہ مخصوص طعام مراد ہے جس کی صراحت خود ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ نے کردی ہے، کما مضٰی۔

غرض یہ کہ منصوص طعام کے علاوہ عام طعام فطرہ میں دینا کسی بھی حدیث سے ثابت نہیں ہے۔ لہٰذا غیر منصوص طعام مثلاً چاول وغیرہ فطرہ میں دینا ایک قیاسی مسئلہ ہے نہ کہ عین حدیث پر عمل ہے۔ اور یہ قیاس صحیح ہے ہم ابن حزم رحمہ اللہ کی طرح اسے ناجائز نہیں کہتے بلکہ درست مانتے ہیں، لیکن جب یہ قیاسی مسئلہ ہے اور عین نص پر عمل نہیں ہے تو ہم منصوص اشیاء کی طرح اسے علی الاطلاق افضل نہیں کہہ سکتے، کیونکہ مسئلہ قیاسی ہونے کی صورت میں اصل علت کو سامنے رکھتے ہوئے ہی اس کے حکم کا درجہ متعین ہوگا۔

گذشتہ سطور میں صدقۃ الفطر کی علت پر بحث ہوچکی ہے اور یہ حقیقت واضح کی جاچکی ہے کہ اس میں اصل علت غرباء اور مساکین کے لئے ثمن فراہم کرنا ہے، نیز یہ بات بھی گذرچکی ہے کہ جزوی اور غیر لازمی طور پر اس کی علت میں مسکین کے لئے کھانے کا انتظام بھی شامل ہے، لہٰذا جس علاقے میں یہ علت موجود ہوگی وہاں منصوص اشیاء نہ نکالنے کی صورت میں عام غلوں کا نکالنا نہ صرف جائز بلکہ افضل بھی قرار پائے گا۔

لیکن جس علاقے میں لوگوں کا حال یہ ہو کہ وہ کھانے پینے کے محتاج نہ ہوں اور فطرۃ میں غلہ پانے کی صورت میں اسے فروخت کرکے نقدی ہی بناتے ہوں ایسے علاقہ میں اگر کوئی غیر منصوص طعام فطرہ میں دیتا

ہے تو اسے افضل نہیں کہا جاسکتا کیونکہ اس صورت میں :

① نہ تو اصل حدیث پر عمل ہوا کہ عین نص پر عمل کے باعث اسے افضل کہا جائے ۔

② نہ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پیروی ہوئی جو صرف منصوص اشیاء ہی نکالنے کا اہتمام کرتے تھے۔

③ اور نہ ہی علت کی مکمل رعایت کی گئی کہ اصل مقصود پر کا حقہ عمل کرنے کے سبب اسے افضل کہا جائے ۔

ظاہر ہے کہ اس دوسری صورت میں مسکین طعام وصول کر کے اسے خوراک نہیں بناتا بلکہ رقم ہی بناتا ہے ، لہٰذا اسے ثمن ہی فراہم کیا گیا لیکن بلاوجہ اسے خسارے اور تکلیف میں ڈال کر ، وہ اس طرح کہ مسکین نے طعام وصولنے اور پھر دوسری دوکان پر لے جاکر بیچنے کی صعوبت برداشت کی اور ساتھ ہی کم قیمت پر فروخت کیا ، جبکہ اگر اسے طعام کی جگہ رقم ہی دے دی جاتی تو وہ حمل ونقل کی اذیت سے بچ جاتا ہے اور اسے خسارہ بھی نہیں اٹھانا پڑتا۔ لہٰذا اس صورت میں غیر منصوص طعام کو افضل قرار دینا انتہائی نامعقول اور نامناسب بات ہے جس کا نہ حدیث سے کوئی تعلق ہے نہ مقصود حدیث کے ساتھ مکمل مطابقت ۔لہٰذا اس صورت میں نقد ورقم دینا ہی افضل ہے جس کی تفصیل آگے ملاحظہ فرمائیں ۔

باب پنجم

فطرانہ میں نقد و رقم دینے کا حکم

یہ بات متعدد بار گذر چکی ہے کہ احادیث میں منصوص اشیاء سے فطرہ نکالا جائے تو یہی افضل ہے، لیکن اگر منصوص اشیاء سے فطرہ نہ نکالا جائے تو پھر ان کے علاوہ کسی بھی چیز کو علی الاطلاق افضل نہیں کہا جاسکتا بلکہ حالات وظروف کے لحاظ سے فیصلہ کیا جائے گا کہ کب اور کہاں کیا چیز دینی افضل ہے ۔

ماقبل میں منصوص طعام کے علاوہ غیر منصوص طعام کا حکم واضح کیا جاچکا ہے ، اب ہم نقد ورقم پر بات کرتے ہیں۔

اگر کوئی شخص فطرہ میں منصوص اشیاء نہیں نکالتا ہے تو اس کے لئے فطرہ میں نقد ورقم نکالنا بلا تردد جائز ہے بلکہ اگر علاقہ ایسا ہو جہاں کے لوگ کھانے پینے کے محتاج نہ ہوں تو وہاں غیر منصوص دیگر اشیاء کے مقابلے میں رقم دینا ہی افضل ہے ۔

دلائل ملاحظہ فرمائیں:

❁ پہلی دلیل : فطرہ والی احادیث :

پہلے باب میں ان احادیث کو بیان کیا جاچکا ہے جن میں ان چیزوں کی صراحت ہے جن سے عہد رسالت میں فطرہ ادا کیا جاتا تھا ، ان منصوص اشیاء کی نوعیت پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ اس دور میں ان چیزوں کا استعمال محض کھانے کے لئے نہیں ہوتا تھا بلکہ بطور ثمن بھی ان چیزوں کا استعمال ان کے یہاں رائج تھا اور چھوٹی چھوٹی چیزوں کی خرید وفروخت وہ انہیں چیزوں سے کیا کرتے تھے۔

دراصل جس طرح نقدی سے خرید وفروخت ہوتی ہے ٹھیک اسی طرح دیگر اشیاء سے بھی خرید وفروخت ہوتی ہے ان اشیاء میں کھانے پینے کی چیزوں سے خرید وفروخت کرنا پچھلے زمانہ میں عام بات تھی بلکہ آج بھی دیہاتوں میں میوہ فروش یا برف بیچنے والا آتا ہے تو عام طور سے بچے غلہ دے کر ہی سودا کرتے ہیں یعنی غلہ کو بطور ثمن استعمال کرتے ہیں ، یہی صورت حال عہد رسالت میں تھی ۔

عہد رسالت میں دینار و درہم کی کرنسی بھی موجود تھی، مگر چھوٹی چھوٹی اشیاء کے لین دین میں ان کا استعمال ان کے یہاں رائج نہ تھا ، اس لئے بڑی بڑی چیزیں یا ایک ساتھ بہت زیادہ چیزیں خریدتے وقت ہی ان کا استعمال ہوتا ہے ، رہی چھوٹی چھوٹی چیزیں تو ان کے خرید وفروخت کے لئے اس دور میں دینار و درہم کا تبادلہ نہیں ہوتا تھا ، بلکہ اس کے لئے انہیں چیزوں کا استعمال ہوتا تھا جن کا ذکر فطرہ والی احادیث میں ہے ، یعنی عہد رسالت میں فطرہ والی احادیث میں مذکورہ اشیاء کا استعمال بطور نقدی و کرنسی بھی ہوتا تھا۔

ایسی صورت میں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عہد رسالت میں صدقہ الفطر میں جو غلہ دیا جاتا تھا اس کا مقصد غرباء ومساکین کو ثمن فراہم کرنا مقصود تھا یا صرف خوراک فراہم کرنا مقصود تھا ؟

بعض اہل علم کا قول ہے کہ اصل مقصود ثمن فراہم کرنا تھا ، ہمارے نزدیک بھی راجح یہی ہے جیسا کہ دوسرے باب میں تفصیل گذر چکی ہے ۔

اس تفصیل کی روشنی میں فطرہ والی احادیث ہی اس بات کی دلیل ہیں کہ فطرہ میں نقد دینا جائز ہے ۔

❁ دوسری دلیل : اعتبار قیمت والی احادیث :

فطرہ میں گیہوں دیا جائے تو اس کی مقدار نصف صاع بتلائی گئی ہے۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ صرف امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اجتہاد تھا جو حجت نہیں لیکن ایسے لوگوں کو معلوم ہونا چاہئے عین یہی بات مرفوعا صحیح حدیث سے بھی ثابت ہے (شرح مشکل الآثار 9 / 27 رقم 3408)۔ اوراس کی سند صحیحین کی شرط پر صحیح ہے جیسا کہ

علامہ البانی رحمہ اللہ نے کہا ہے۔(تمام المنۃ فی التعلیق علی فقہ السنۃ ص 387)۔
یہاں غور کیجیے کہ گیہوں کی مقدار دیگر خوراک کے مساوی نہیں بلکہ دیگر خوراک کی قیمت کے مساوی رکھی گی ہے۔یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ فطرہ میں دیا جانے والا غلہ بطور خوراک نہیں بلکہ بطور ثمن تھا۔

اس دلیل سے متعلق بعض شبہات کا ازالہ:

شبہ :
بعض حضرات کہتے ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب نصف صاع گیہوں نکالا تو دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس سے اختلاف کیا۔

ازالہ:
عرض ہے کہ:
☆اولا:- دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے نہیں بلکہ صرف اورصرف ایک صحابی ابوسعید الخذری رضی اللہ عنہ نے اختلاف کیا تھا باقی تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے اتفاق کرلیا تھا۔
اور ابوسعید الخذری رضی اللہ عنہ کا اختلاف صرف قیمت کے اعتبار سے نہیں تھا بلکہ وہ سرے سے گیہوں نکالنے ہی کے قائل نہ تھے گرچہ گیہوں بھی ایک صاع نکالا جائے ۔بلکہ ابوسعید الخذری رضی اللہ عنہ صرف منصوص اشیاء سے فطرہ نکالنے کے قائل تھے جیسا کہ تفصیل گذرچکی ہے۔
☆ ثانیا:-امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جو اجتہاد کیا تھا اس کی تائید میں ایک صحیح مرفوع حدیث بھی ثابت ہے جس کا علم امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ابوسعد الخذری رضی اللہ عنہ کونہیں ہوسکا۔(دیکھئے ص ۱۳)
لہٰذا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تائید میں مرفوع حدیث کے سامنے آنے کے بعد اس سے اختلاف کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے۔

شبہ:
بعض حضرات محض قیاس آرائی کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ فطرہ میں طعام کی جن قسموں کا ذکر ہے ان کی قیمتیں ایک دوسرے سے الگ ہیں لیکن پھر بھی سب کی مقدار ایک بتلائی گئی ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ قیمت کا اعتبار نہیں ۔

ازالہ:

عرض ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اثر اور اسی مفہوم کی مرفوع حدیث سے صراحتا ثابت ہوگیا کہ سب کی مقدار ایک نہیں بتلائی گئی ہے بلکہ گیہوں کی مقدار میں فرق کیا گیا ہے لہٰذا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ قیمت کا اعتبار کیا گیا ہے۔

رہا بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ جو، کھجور اور کشمش کی قیمتیں بھی ایک دوسرے سے الگ ہیں اس لئے ان میں فرق کیوں نہیں کیا گیا؟

تو جوابا عرض ہے کہ جو، کھجور اور کشمش کی قیمتوں میں فرق آج ہمارے زمانے میں ہے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ عہد نبوی میں بھی ان اشیاء کی قیمتوں میں فرق تھا ! جو لوگ تفریق کی بات کرتے وہ عصر حاضر کے حالات پر عہد نبوی کے حالات کو قیاس کرتے ہیں اور یہ قیاس انتہائی فاسد ہے۔اس طرح کی باتیں کرنے والوں پر لازم ہے کہ وہ صحیح روایات سے ثابت کریں کہ عہد رسالت میں ان اشیاء کی قیمتوں میں فرق تھا اور اگر یہ نہیں کر سکتے تو عہد رسالت کے حالات کو عصر حاضر کے حالات پر قیاس نہ کریں یہ قیاس مع الفارق ہے۔

غور کریں کہ اس دور میں گیہوں کھجور سے مہنگا تھا لیکن آج کے دور میں گیہوں کھجور سے سستا ہے۔تو دو ایسی چیزیں جن میں ایک کی قیمت کسی زمانے میں دوسرے سے زائد ہو اور پھر بعد میں ایسا زمانہ آجائے کہ زائد قیمت والی چیز ،کم قیمت والی چیز سے بھی سستی ہوجائے یعنی معاملہ بالکل برعکس ہوجائے تو پھر ایسا کیوں نہیں ہوسکتا کہ کسی زمانے میں دونوں کی قیمت یکساں اور برابر ہوجائے؟

بلکہ فطرہ میں گیہوں والی حدیث سے تو بظاہر یہی پتہ چلتا ہے کہ گیہوں کے علاوہ دیگر اشیاء کی قیمت یکساں ہی تھی ، بلکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے متعلق جو روایت ہے اس کے بعض طرق میں آتا ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک صاع ''کھجور'' کی قیمت کے اعتبار سے نصف صاع گیہوں طے کیا ، جبکہ بعض طریق میں ہے کہ ایک صاع ''جو'' کی قیمت کے اعتبار سے نصف صاع گیہوں طے کیا۔اس سے صاف ظاہر ہے کہ کھجور اور جو کی قیمت یکساں ہی تھی جبھی تو دونوں کی ایک صاع مقدار کا تقابل نصف صاع گیہوں سے کیا گیا۔

شبہ:

بعض حضرات نے کہا کہ الگ الگ چیزوں کو جانے دیں صرف ایک ہی چیز یعنی کھجور ہی کو دیکھ لیں کہ اس کی قیمت بھی ہمیشہ ایک نہیں ہوگی بلکہ الگ الگ نوعیت کے اعتبار سے الگ الگ قیمت ہوگی ۔

ازالہ:

یہ بات بالکل درست ہے، لیکن جب مطلق ایک صاع کھجور کہا جائے گا تو عرف میں اوسط درجے کی نوعیت والی کھجور مراد ہوگی اور اس کی قیمت یکساں ہی ہوگی ، یہی وجہ ہے کہ ایک صاع کھجور کا تقابل نصف صاع گیہوں سے کیا گیا ہے ، ورنہ عرف سے آنکھ بند کرلی جائے تو یہ شبہ خود امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اثر اور اسی معنی کی مرفوع حدیث پروارد ہوگا کہ نصف صاع گیہوں کو ایک صاع کھجور کی کس قسم کے مساوی قرار دیا گیا ہے؟

شبہ :

بعض حضرات امیر معاویہ رضی اللہ عنہ والے اثر سے متعلق کہتے ہیں کہ انہوں نے قیمت کا اعتبار نہیں کیا بلکہ دیگر وجوہات کی بنا پر گیہوں میں نصف صاع کی بات کہی ہے۔

ازالہ:

عرض ہے کہ صحیح ابن خزیمہ کی ایک حدیث میں پوری صراحت کے ساتھ ہے :

”فقال له رجل من القوم: لو مدين من قمح؟ فقال :لا، <u>تلك قيمة معاوية</u> لا أقبلها ولا أعمل بها“

ابوسعید الخذری رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے کہا :اگر دو مد (یعنی نصف صاع) گیہوں نکالا جائے تو ؟ اس پر ابوسعید الخذری رضی اللہ عنہ نے کہا :**<u>یہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی قیمت ہے</u>** ، نہ تو میں اسے تسلیم کروں گا اور نہ اس پر عمل کروں گا (صحیح ابن خزیمۃ، ت الأعظمی 4 / 89 رقم 2419 واسنادہ صحیح)

ملاحظہ فرمائیں کہ ابوسعید الخذری رضی اللہ عنہ نے پوری صراحت کردی ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے قیمت کا اعتبار کیا ہے ، اس صریح وضاحت کے بعد یہ کہنے کی ذرا بھی گنجائش نہیں ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے قیمت کا اعتبار نہیں کیا تھا۔

یاد رہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ اجتہاد مرفوع حدیث کے موافق ہے کیونکہ فطرہ میں نصف صاع گیہوں نکالنا مرفوعا بھی ثابت ہے کما مضٰی

شبہ:

بعض حضرات کا کہنا ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے گرچہ قیمت کا اعتبار کیا لیکن اس کے باوجود بھی انہوں

نے طعام ہی نکالا نہ کہ نقد۔

ازالہ:

اس کا جواب بھی وہی ہے جو اس اعتراض کا جواب ہے کہ عہد رسالت میں نقدی سے فطرہ کیوں نہیں دیا گیا، یعنی اس دور میں فطرہ جیسی مالیت کے لئے نقدی کا استعمال رائج نہیں تھا،اس کی مختصر وضاحت ہوچکی اور مستقل عنوان کے تحت سے آگے اس کی تفصیل آرہی ہے۔(دیکھئے:ص۳۴)

نیز امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب نصف صاع گیہوں نکالا تو یہ ہرگز نہیں کہا کہ گیہوں بھی طعام ہے اس لئے اسے بھی نکال سکتے ہیں؟ بلکہ یوں کہا کہ نصف صاع گیہوں، ایک صاع کھجور کے مساوی ہے۔یعنی انہوں نے مالیت والی چیز پر مالیت والی چیز کو قیاس کیا ہے، نہ کہ کھائی جانے والی چیز پر ایک دوسری کھائی جانے والی چیز کو۔

مزید یہ کہ گیہوں کے طعام ہونے کی بنیاد پر یعنی طعام کو طعام پر قیاس کرتے ہوئے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے گیہوں نکالا ہوتا تو مقدار میں ہرگز تبدیلی نہ کرتے، کیونکہ ایسی صورت میں پیش نظر علت، طعام ہوتی اور مناط، مقدار قرار پاتی جو غیر متغیر ہوتی؛ لیکن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مقدار میں تبدیلی کردی جو اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے پیش نظر اصل علت مالیت کی برابری تھی اور مناط قیمت تھی۔

شبہ:

بعض حضرات نے کہا کہ اگر قیمت کا اعتبار کرنا ہے تو آج گیہوں کی قیمت کم ہوگئی ہے تو کیا فطرۃ میں سات آٹھ صاع گیہوں نکالنے کے لئے کہیں گے۔

ازالہ:

عرض ہے کہ جب کسی خاص چیز کولیکر اس کی مقدار عہد رسالت میں متعین کردی گئی ہے تو اب اس خاص چیز کی مقدار میں ہم کوئی تبدیلی نہیں کرسکتے گرچہ بعد کے ادوار میں حالات بدل جائیں۔

مثلا چور کا ہاتھ کاٹنے کے لئے شرط یہ ہے کہ چرایا گیا مال ربع دینار یا اس سے زائد ہو، عہد رسالت میں یہ ایک بہت بڑی رقم تھی لیکن آج یہ رقم بہت معمولی درجے کی ہے۔لیکن اس کے سبب ہم شریعت کی طرف سے طے کردہ اس مقدار میں تبدیلی نہیں کرسکتے۔

اسی طرح عہد رسالت میں چاندی میں زکاۃ کے لئے جو مقدار نصاب متعین کی گئی ہے وہ اس وقت کے

لحاظ سے بڑی مقدار تھی اور اس مقدار کے مالک کو اغنیاء میں شمار کیا جاتا تھا، جیسا کہ حدیث کے الفاظ ہیں:

''تؤخذ من أغنيائهم وترد على فقرائهم''

''زکاۃ اغنیاء سے وصول کی جائے گی اور فقیروں کو لوٹا دی جائیں گے'' (صحیح البخاری 2 / 104 رقم 1395)

لیکن آج تقریبا ہر شخص کے پاس اتنی مقدار میں چاندی یا کرنسی ہوتی ہے، خواہ وہ کتنا ہی غریب کیوں نہ ہو۔

لیکن حالات کی اس تبدیلی کے سبب ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ آج کے دور میں چاندی کے نصاب کی مقدار بڑھا دی جائے۔ یا اس نصاب کے مالک حضرات کو اغنیاء میں شمار کیا جائے اور انہیں زکاۃ نہ دی جائے۔

عہد رسالت میں نقد ورقم سے فطرہ کیوں نہیں ادا کیا گیا؟

یہ سب سے بڑا اعتراض ہے اور اسی اعتراض نے اکثر لوگوں کو غلط فہمی ڈال کر رکھا ہے، مختصرا اس کا جواب گذشتہ سطور میں بھی دیا جاچکا ہے یہاں ہم قدرے تفصیل کے ساتھ اس کا جواب دیں گے اور اس ضمن میں بعض شبہات کا ازالہ بھی پیش کریں گے، ملاحظہ ہو:

اس شبہ کا بنیادی جواب یہ ہے کہ **اس دور میں فطرہ جیسی رقم کے لئے نقدی کا استعمال رائج ہی نہیں تھا**، جو شخص بھی یہ اعتراض اٹھائے کہ عہد رسالت میں فطرہ میں نقد کیوں نہیں دیا گیا؟ اسے چاہے کہ پہلے یہ تو ثابت کرے کہ فطرہ جیسی مالیت کے لئے اس دور میں کرنسی سے لین دین کا رواج تھا؟

افسوس ہے کہ بعض لوگ صرف یہ شور مچاتے ہیں کہ دینار ودرہم کا وجود عہد رسالت میں بھی تھا، لیکن جب ان سے یہ سوال کرلیا جائے کہ فطرہ جیسی کم مالیت والی اشیاء کے سلسلے میں، صحیح روایات سے ثابت کریں کہ اس دور میں اس کی خرید وفروخت دینار یا درہم سے رائج تھی، تو اس کے جواب سے بالکل عاجز وساکت رہتے ہیں۔

رہی بات یہ کہ فطرہ جیسی چھوٹی مقدار والی اشیاء کے لئے عہد رسالت میں اس دور کی کرنسی (دینار ودرہم) کا استعمال کیوں نہیں ہوتا تھا؟ تو عرض ہے کہ:

(الف): اس کی وجہ یا تو یہ تھی کہ اس جیسی کم مالیت والی اشیاء کے متبادل کوئی کرنسی اس دور میں تھی ہی

نہیں اور دینارودرہم کی جوکرنسی تھی وہ مالیت میں بہت بڑی تھی ۔

(ب): یا یہ کہ اس دور کے لوگ دینارودرہم کو بہت عزیز رکھتے تھے اور فطرہ جیسی چھوٹی مالیت والی اشیاء کے لئے وہ ان نقود کا استعمال نہیں کرتے تھے بلکہ اس کے لئے اس دور میں عموما وہی کھانے بطورثمن استعمال ہوتے تھے جن کا ذکر فطرہ والی احادیث میں ہے۔

متعدد روایات میں ہم دیکھتے ہیں کوئی صحابی مزدوری کرنے جاتے ہیں اورانہیں مزدوری میں دینار ودرہم نہیں بلکہ کھجور دیا جاتا ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ (المتوفی ۲۵۶) نے کہا:

”حدثنا سعيد بن يحيى، حدثنا أبي، حدثنا الأعمش، عن شقيق، عن أبي مسعود الأنصاری رضي الله عنه، قال :كان رسول الله ﷺ إذا أمرنا بالصدقة، انطلق أحدنا إلى السوق، فيحامل، فيصيب المد وإن لبعضهم اليوم لمائة ألف“

” ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے جب ہمیں صدقہ کرنے کا حکم دیا تو ہم میں سے بہت سے بازار جا کر بوجھ اٹھانے کی مزدوری کرتے اوراس طرح ایک مد (غلہ یا کھجور وغیرہ) حاصل کرتے۔ (جسے صدقہ کر دیتے) لیکن آج ہم میں سے بہت سوں کے پاس لاکھ لاکھ (درہم یا دینار) موجود ہیں“ (صحیح البخاری 2 / 109 رقم 1416)

اس روایت میں ملاحظہ فرمائیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بازار میں بوجھ اٹھانے کا کام کرتے تھے اور اجرت میں انہیں ایک مد طعام دیا جاتا تھا۔سوال یہ ہے کہ ان صحابہ کو اجرت میں دینار ودرہم کیوں نہیں جاتا تھا ؟

اس کا جواب یہی ہے کہ دینار اوردرہم بڑی مالیت والی کرنسی تھی اوران کی اجرت کی مالیت بہت کم تھی اوراس جیسی کم ترمالیت کے برابر اس وقت کوئی کرنسی تھی ہی نہیں اس لئے اس طرح کے کام کی اجرت میں نقد یعنی دینار ودرہم نہیں بلکہ طعام یعنی کھجور وغیرہ دیا جاتا تھا۔

ایک اور حدیث دیکھیں جس میں ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے بڑی رقم اللہ کی راہ میں دی تو نقدی کی شکل میں دیا ہے لیکن اسی موقع پر ایک دوسرے صحابی رضی اللہ عنہ نے چھوٹی رقم اللہ کی راہ میں دی تو ایک صاع طعام کی شکل میں دیا ملاحظہ ہو:

امام بخاری رحمہ اللہ (المتوفی ۲۵۶) نے کہا:

”حدثنا عبید اللہ بن سعید، حدثنا أبو النعمان الحکم هو ابن عبد اللہ البصری، حدثنا شعبة، عن سلیمان، عن أبی وائل، عن أبی مسعود رضی اللہ عنه، قال " :لما نزلت آیة الصدقة، کنا نحامل، فجاء رجل فتصدق بشیء کثیر، فقالوا: مرائی، وجاء رجل فتصدق بصاع، فقالوا: إن اللہ لغنی عن صاع هذا، فنزلت: ﴿الَّذِينَ يَلْمِزُونَ الْمُطَّوِّعِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فِي الصَّدَقَاتِ وَالَّذِينَ لَا يَجِدُونَ إِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُونَ مِنْهُمْ سَخِرَ اللَّهُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ...الخ﴾(التوبة79)

ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب آیت صدقہ نازل ہوئی تو ہم بوجھ ڈھونے کا کام کیا کرتے تھے (تاکہ اس طرح جو مزدوری ملے اسے صدقہ کر دیا جائے) اسی زمانہ میں ایک شخص (عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ) آئے اورانہوں نے صدقہ کے طور پر کافی چیزیں (آٹھ ہزار درہم) پیش کیں۔اس پر لوگوں نے یہ کہنا شروع کیا کہ یہ آدمی ریاکار ہے۔ پھر ایک اور شخص (ابوعقیل رضی اللہ عنہ نامی) آئے اورانہوں نے صرف ایک صاع (کھجور) کا صدقہ کیا۔اس کے بارے میں لوگوں نے یہ کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ کو ایک صاع صدقہ کی کیا حاجت ہے۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی ﴿الَّذِينَ يَلْمِزُونَ الْمُطَّوِّعِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فِي الصَّدَقَاتِ وَالَّذِينَ لَا يَجِدُونَ إِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُونَ مِنْهُمْ سَخِرَ اللَّهُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ...الخ﴾(التوبة79) وہ لوگ جو ان مومنوں پر عیب لگاتے ہیں جو صدقہ زیادہ دیتے ہیں اوران پر بھی جو محنت سے کما کر لاتے ہیں۔(اورکم صدقہ کرتے ہیں) آخر تک۔(صحیح البخاری 2 / 109 رقم 1415)

ملاحظہ فرمائیں کہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے بڑی رقم اللہ کی راہ میں دی تو نقدی یعنی درہم کی شکل میں دی جیسا کہ دیگرروایات میں صراحت ہے کہ یہ کل آٹھ ہزار درہم کی رقم تھی (فتح الباری ۸/۳۳۲)

جبکہ ابوعقیل رضی اللہ عنہ نے چھوٹی رقم دی تھی تو انہوں نے ایک صاع کھجور اللہ کی راہ میں دیا(فتح الباری ۸/۳۳۲)

ان روایات سے صاف طور سے واضح ہوتا ہے کہ عہد رسالت میں چھوٹی موٹی اشیاء کی خرید وفروخت کے لئے یا کم مقدار میں صدقہ وخیرات کے لئے درہم ودینار کا استعمال رائج نہیں تھا بلکہ ایسے موقع پر بالعموم کھجور یا ان چیزوں کا استعمال ہوتا تھا جن کی ذکر فطرہ والی احادیث میں ہے۔

عہد رسالت کی نقدی وکرنسی :

بعض لوگوں کے ذہن میں یہ بات بیٹھی ہوئی کہ جس طرح ہمارے دور میں چھوٹی بڑی ہر طرح کی مالیت کی کرنسی موجود ہے،ٹھیک اسی طرح عہد رسالت میں بھی ہر طرح کی مالیت والی کرنسیاں موجود تھیں ۔لیکن یہ

بہت بڑی غلطی فہمی ہے۔

عصر حاضر کی کرنسیاں اور ان کی مالیت:

ہمارے دور میں جہاں ایک طرف بڑی مالیت والی کرنسی موجود ہے جیسے دو ہزار روپے کے نوٹ ، وہیں دوسری طرف چھوٹی اور کم مقدار کی مالیت کے لئے بھی کرنسی موجود ہے جیسے ایک روپیہ۔اس لئے ہم جس طرح بڑی بڑی چیزوں کو کرنسیوں سے خرید سکتے ہیں ٹھیک اسی طرح چھوٹی چھوٹی اور معمولی چیزوں کو بھی کرنسی سے خرید سکتے ہیں ۔چنانچہ آج اگر ہم ایک لیٹر دودھ یا ایک معمولی سوئی اور دھاگہ بھی کرنسی سے خریدنا چاہیں تو خرید سکتے ہیں ، کیونکہ آج ہمارے پاس اتنی کم مالیت کے متبادل چھوٹی کرنسی بھی موجود ہے۔

عہد رسالت کی کرنسیاں اور ان کی مالیت:

لیکن عہد رسالت کی کرنسیوں کی نوعیت مختلف تھی ، اس دور میں صرف دو ہی کرنسی تھی ایک دینار اور دوسری درہم اور یہ دونوں کرنسیاں مالیت میں بھی کافی بڑی تھیں ، اور ان دونوں کرنسیوں کے علاوہ ان کے یہاں چھوٹی اور کم مقدار کی مالیت کے لئے کوئی کرنسی موجود ہی نہ تھی ۔

چنانچہ عہد رسالت میں اگر کسی کو ایک لیٹر دودھ یا ایک سوئی خریدنی ہوتی تو اس کے لئے یہ ممکن ہی نہ تھا کہ اسے کرنسی دے کر خرید سکے ۔اس لئے اس دور میں چھوٹی چیزوں کی خرید و فروخت غلوں مثلا کھجور ، جو اور کشمش وغیرہ سے ہوتی تھی ۔

یعنی اس دور میں کھجور وغیرہ کو جہاں خوراک کے لئے استعمال کیا جاتا تھا وہی کرنسی کے طور پر بھی ان کا استعمال ہوتا تھا۔مثلا کوئی کپڑے خرید کر بیچنے والے کو کھجور دیتا تو اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ اس نے کپڑے لے کر اسے کھانا کھلا دیا ہے ، بلکہ مطلب یہ ہوتا تھا کہ اس نے کپڑے خرید کر اس کی قیمت ادا کی ہے ۔

کیا ایک صاع کی مالیت کے برابر عہد رسالت میں کوئی کرنسی موجود تھی ؟

اب آیئے یہ دیکھتے ہیں کہ کیا ایک صاع کھجور وغیرہ کی مالیت کے برابر عہد رسالت میں کوئی کرنسی موجود تھی ؟ نیز کیا اس دور میں اس بات کا رواج ملتا ہے کہ لوگ ایک صاع کی قیمت والی کسی چیز کو کرنسی سے خریتے یا بیچتے ہوں؟

اگر اس بات کا ثبوت مل جائے کہ عہد رسالت میں ایک صاع کھجور وغیرہ کی قیمت کے مساوی کوئی کرنسی

تھی ، یا اس دور میں لوگوں کے یہاں یہ بات رائج تھی کہ وہ ایک صاع کی مالیت والی چیز کو بھی کرنسی سے خریدتے اور بیچتے تھے تو یہ اعتراض بالکل بجا ہے کہ جب عہد رسالت میں اسی قیمت میں کرنسی بھی موجود تھی اور اس کا رواج بھی تھا تو کیا وجہ ہے کہ کرنسی نہ دے کر کھجور اوراس جیسا طعام ہی فطرہ میں دیا گیا۔

لیکن اگر احادیث کا ذخیرہ چھان مارنے کے بعد کوئی ایک بھی صحیح روایت ایسی نہ ملے جس میں یہ ذکر ہو کہ ایک صاع کی قیمت کے مساوی کوئی کرنسی اس دور میں تھی ، یا ایک صاع کھجور وغیرہ کو کرنسی سے لینے دینے کا رواج تھا تو انصاف سے بتلائے کہ ایسی صورت میں کیا یہ اعتراض بے معنی ہو کرنہیں رہ جاتا کہ عہد رسالت میں فطرہ میں کرنسی کیوں نہیں دی گئی ؟

عہد رسالت کی دونوں کرنسیوں اور ایک صاع کھجور وغیرہ کی قیمت کا تقابل:

یہ وضاحت ہوچکی ہے عہد رسالت میں دینار اور درہم کی شکل میں جو دو کرنسیاں تھی ان کی مالیت ایک صاع غلے کی مالیت سے بہت زیادہ تھی ۔

مثلا دینار کی بات لے لیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک دینار سے ایک یا دو بکری خریدتے تھے ۔دیکھئے: (صحیح البخاری 4 / 207 رقم3642).

اب دیکھئے کہ جب ایک دینار میں ایک یا دو بکری ملتی تھی تو بھلا ایک صاع غلہ کے متبادل ایک دینار کیسے ہوسکتاہے؟ بلکہ آدھا یا پاؤ دینار بھی ایک صاع غلہ کے مقابلہ میں بہت بڑی رقم ہے ۔ایسی صورت میں یہ کیسے ممکن ہے کہ عہدرسالت کی یہ نقدی کرنسیاں فطرہ میں دی جاتیں؟

یہی حال درہم کا بھی ہے ، اس کی مالیت بھی ایک صاع کے بالمقابل کئی گنا زیادہ ہے چنانچہ ایک درہم کے اگر چار حصے کریں تو ایک حصہ یعنی ربع درہم ایک صاع کے برابر ہوگا، اور ربع درہم سے اس دور میں خرید وفروخت نہیں ہوتی تھی ۔

عہدرسالت میں ہمیں ایک بھی مثال ایسی نہیں ملتی کہ ایک صاع غلہ کے برابر کی کوئی چیز درہم سے خریدی گئی ہو۔غرض یہ کہ ایک صاع کے برابر اشیاء کی خرید وفروخت کے لئے عہدرسالت میں کسی نقدی کرنسی کا وجود تھا ہی نہیں، اس لئے اس مقدار کی اشیاء کی خرید وفروخت کے لئے طعام کی وہی قسمیں بطور کرنسی استعمال ہوتی تھیں جن کا ذکر فطرہ والی احادیث میں ہے۔

اورفرض کرلیں کہ عہدرسالت میں ایک صاع کے متبادل کوئی کرنسی تھی تو بھی سب کے پاس کرنسی کا ہونا

اور ہر کام کے لئے اسے خرچ کرنا عام بات نہیں تھی بلکہ اس وقت لوگ کرنسی کو بہت عزیز جانتے تھے اور عمومی طور پر غلے ہی کو بطور کرنسی استعمال کرتے تھے۔

البتہ بعد میں جب طعام کی قیمت اور کرنسی کی مالیت میں توازن بدلا تو چھوٹی کرنسی (درہم) کا نصف حصہ ایک صاع عمومی غلہ کے متبادل ہوگیا نیز معاشی اعتبار سے صحابہ کی حالت بھی پہلے سے بہتر ہوگئی اور بیشتر صحابہ کے پاس دراہم کی بہتات ہوگئی[1] ، اور ایسا ہوتے ہی صحابہ کرام صدقہ الفطر میں قیمت دینے لگے جیسا کہ ابواسحاق السبیعی کے بیان سے پتہ چلتا ہے جس کی سند صحیحین کی شرط پر صحیح ہے۔(مصنف ابن أبي شيبة . سلفية 3 / 174 واسنادہ متصل صحیح علی شرط الشیخین)

بالفاظ دیگر یہ کہہ لیں کہ عہد رسالت میں صدقہ الفطر میں نقد دینے کے لئے مانع موجود تھا اور بعد میں جوں ہی یہ مانع ختم ہوا لوگوں نے صدقہ الفطر میں نقد دینا شروع کر دیا۔

بعض شبہات کا ازالہ

ہم نے اپنے بعض مضامین میں جب یہی بات لکھی کہ عہد رسالت میں ایک صاع کے متبادل کوئی کرنسی نہ تھی ، تو بعض حضرات میری یہ بات سمجھ ہی نہیں سے اور ایسی روایات لاکر پیش کرنے لگے جس میں دینار یا درہم کا ذکر تھا ، یا ان کے ذریعہ لین دین کا بیان تھا۔

ہم کہتے ہیں کہ اس بات کا انکار ہم نے کیا ہی نہیں ہے ، ہم خود اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ عہد رسالت میں دینار اور درہم کی کرنسیاں تھیں اور ان سے لین دین بھی ہوتا تھا ، لیکن ہمارا کہنا یہ ہے یہ کرنسیاں بہت بڑی مالیت والی تھیں ، اس میں ہر ایک کی قیمت ایک صاع غلے سے کئی گنا زائد تھی ۔

اس لئے ان کرنسیوں کا استعمال بڑی بڑی مالیت یا کثیر تعداد والی چیزوں کی خرید وفروخت کے لئے ہوتا تھا نہ کہ ایک صاع غلے کی قیمت کی جگہ ان استعمال ہوتا تھا۔

شبہ:

بعض حضرات نے موارد الظمآن إلى زوائد ابن حبان ، رقم (1106) کی ایک روایت پیش کی جس میں یہ مذکور ہے کہ ایک یہودی شخص اپنا مال بیچنے لایا جس میں کھجور بھی تھے تو نبی ﷺ نے ایک مد کو ایک درہم سے

[1] (صحیح البخاری 2 / 109 رقم 1416) ، یہ حدیث پیچھے گذر چکی ہے دیکھیں: صفحہ (۳۵)

خریدا۔اور ایک صاع میں چار مد ہوتا ہے جب ایک مد کو سودا درہم سے ہوسکتا ہے تو ایک صاع جس میں چار مد ہوتے ہیں اس کا سودا درہم سے کیونکر نہیں ہوسکتا۔

ازالہ:

عرض ہے کہ اس روایت میں مذکور واقعہ ایک خاص وقت سے متعلق جب صحابہ بھوک اور غذائی بحران کے شکار تھے اور ان کے پاس کھانے کا کوئی سامان نہ تھا، خود اسی روایت کے الفاظ ہیں:

”وكان قد أصاب الناس قبل ذلك جوع لا يجدون فيه طعاما فأتى النبي ﷺ الناس يشكون إليه غلاء السعر“

”صحابہ کرام بھوک کے شکار تھے، ان کے پاس کھانے کے لئے کچھ نہ تھا، صحابہ نبی ﷺ کے پاس آئے اور مہنگائی کی شکایت کی“ (موارد الظمآن إلى زوائد ابن حبان، رقم 1106)

اس روایت کے سیاق سے صاف پتہ چلتا ہے کہ یہ واقعہ کوئی عمومی واقعہ نہ تھا بلکہ ایک خاص وقت سے متعلق تھا جب صحابہ غذائی بحران کے شکار تھے، اور اسی سبب مہنگائی عام معمول سے بہت زیادہ بڑھ گئی تھی، ظاہر ہے ایسی صورت میں جب معمولی چیزوں کی قیمت آسمان کو چھونے لگے تو اس کی قیمت کا درہم ہی نہیں بلکہ دینار کے مساوی ہوجانا بھی کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔

ہندوستان میں کسی سال ایسا بھی ہوا کہ ایک کلو پیاز کی قیمت سو روپے سے بھی زائد ہوگئی ہے جب کہ عام حالات میں اس کی قیمت دس روپے ہے۔

لہٰذا اس طرح کے استثنائی واقعات سے استدلال درست نہیں ہے۔

شبہ:

بعض حضرات نے کہا کہ ایک دینار اور ایک درہم کی قیمت ایک صاع کے برابر نہیں ہوسکتی تو عشر درہم کی قیمت تو ایک صاع کے برابر ہوسکتی ہے۔

ازالہ:

عرض ہے کہ بے شک عشر درہم، بلکہ ربع درہم کی قیمت بھی ایک صاغ غلے کے برابر ہوسکتی ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ کیا عشر درہم یا ربع درہم سے اس دور میں خرید وفروخت ہوتی تھی؟

جب کسی چیز کی قیمت اس قدر کم ہو کہ اس کے عوض میں دینار کیا درہم کی بھی مکمل یا نصف کرنسی دینی ممکن

نہ ہوتو ایسی کم قیمت والی چیزوں کے لین دین میں کرنسی کا استعمال ہی نہیں ہوتا تھا بلکہ ایسی صورتوں میں کرنسی کے بجائے غلوں ہی کے ذریعہ خرید وفروخت ہوتی تھی۔

کچھ غیر متعلق اعتراضات اور ان کے جوابات

اعتراض:

بعض حضرات کا کہنا ہے کہ فطرۃ میں خوراک دینا ایک ظاہری شعار ہے، اور اس کی جگہ رقم دینا اس عمل کو مخفی کرنا ہے۔

جواب:

یہ حد درجہ کمزور بات ہے کیونکہ صدقہ میں اصل اخفاء اور چھپانا ہی بلکہ حدیث میں صدقات کو چھپانے کی تو یہ ترغیب ہے کہ دائیں ہاتھ سے دیا جائے تو بائیں ہاتھ کو پتہ نہ چلے، نیز ایسا کرنے والے کے لئے یہ بشارت سنائی گئی ہے کہ وہ بروز محشر اللہ کے (عرش کے) سائے میں ہوگا (صحیح بخاری)

لہٰذا اس صدقہ کو ظاہر شعار قرار دینا بالکل غلط بات ہے۔

اعتراض:

بعض حضرات کہتے ہیں کہ اگر فطرۃ میں رقم دینا جائز ہے تو کیا قربانی میں جانور ذبح کرنے کے بجائے اس کی جگہ رقم دینا جائز ہے۔

جواب:

یہ اعتراض انتہائی لغو ہے کیونکہ قربانی میں اصل عبادت ہی خون بہانا ہے، نہ کہ محض گوشت کھانا اور کھلانا، اس سلسلے میں صحیح بخاری کی حدیث کس قدر واضح ہے کہ عید سے قبل ذبح کرنے والے کے بارے میں اللہ کے نبی ﷺ نے کہا:

”شاتک شاۃ لحم“

”تمہاری بکری محض گوشت والی بکری ہے“ (صحیح البخاری 7 / 101 ،رقم 5556)

یہ حدیث پوری صراحت کے ساتھ بتلارہی ہے کہ محض گوشت کھانے کھلانے سے قربانی نہیں ہونے والی ہے تو بھلا اس کی قیمت ادا کرنے کی گنجائش کہاں سے نکل سکتی۔

اعتراض:

بعض حضرات کہتے ہیں کہ اگر فطرۃ میں نقد دینے کی بات کہی جائے تو اس سے نص کوتبدیل کرنا بلکہ نص کومردہ کرنا لازم آتا ہے۔

جواب:

عرض ہے کہ اس اعتراض کی زد میں خود منکرین نقد آتے ہیں کیوں ان کے فتاوی میں ہی نص کوتبدیل کرنے اورمردہ کرنے کی بات آتی ہے۔

کیونکہ یہ حضرات بعض حالات میں نہ صرف یہ کہ منصوص اشیاء سے فطرہ نکالنے کو بہتر نہیں سمجھتے بلکہ اسے ناجائز سمجھتے ہیں بلکہ یہاں تک کہتے ہیں کہ منصوص اشیاء سے فطرہ ادا ہی نہیں ہوگا۔

مثال کے طور پرشعیر (جو) منصوص اشیاء میں سے ہے، لیکن جس علاقہ میں یہ بطور طعام استعمال نہیں ہوتا اس علاقہ کے باشندوں کے حق میں منکرین نقد یہ فتوی دیتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ ان کے لئے ناجائز ہے کہ وہ اس علاقہ میں شعیر (جو) سے فطرہ نکالیں، اور اگر کسی نے اس سے فطرہ نکال دیا تو اس کا فطرہ ادا ہی نہیں ہوگا !! لہٰذا ان کے بقول ایسے لوگوں پر لازم ہے کہ وہ شعیر (جو) کا فطرہ نہ نکالیں بلکہ اس کی جگہ اس چیز کا فطرہ نکالیں جواس علاقہ میں بطور طعام رائج ہوگرچہ فطرۃ کی احادیث میں اس کا کوئی ذکر و نام ونشان نہ ہو!!!

عام اہل علم کو جانے دیں علامہ ابن عثمین رحمہ اللہ جیسے عظیم فقیہ ومفتی نے بھی ایک موقع پراس طرح کا فتوی دیا جس کی بابت کسی سائل نے دوبارہ استفسار کیا جس پر علامہ رحمہ اللہ نے جواب دیا:

”ذکرتم أنکم سمعتم منا أن إخراج الشعیر فی زکاۃ الفطر غیر مجزیء فیما یظھر، ولقد کان قولنا ھذا فی قوم لیس الشعیر قوتاً لھم“

”آپ نے ذکر کیا کہ آپ نے ہم سے یہ سنا ہے کہ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ صدقۃ الفطر میں شعیر (جو) نکالنا کفایت نہیں کرے گا (یعنی اس کے نکالنے سے فطرہ ادا نہیں ہوگا)، تو ہماری یہ بات ان لوگوں سے متعلق ہے جن کے یہاں شعیر (جو) بطور طعام مستعمل نہ ہو“ (مجموع فتاوی ورسائل العثیمین 18 / 282)

ہم انتہائی ادب کے ساتھ سوال کرتے ہیں کہ کیا اس طرح کا فتوی دینا نص کوتبدیل کرنا اور اصل نص

کر مردہ کرنا نہیں ہے؟؟

ایک طرف قائلین نقد پر یہ اتہام کہ وہ نص کو تبدیل اور مردہ کررہے ہیں اور دوسری طرف خود منکرین نقد کا حال ہے یہ کہ وہ بعض حالات میں نص پر عمل کو ناجائز و ناکافی بتلا رہے ہیں !!!

رہی یہ بات کہ منکرین نقد کی نظر میں اصل علت اطعام ہے اس لئے جس علاقہ میں منصوص اشیاء بطور طعام مستعمل نہ ہوں وہاں علت کے پیش نظر اس کا بدیل نکالنا چاہیئے ۔

تو عرض ہے کہ گذشتہ سطور میں وضاحت ہوچکی ہے کہ اطعام کلی اور لازمی علت نہیں بلکہ اصل علت ثمن فراہم کرنا ہے، ایسی صورت میں نقد و رقم بھی اس کا بدیل ہے لہٰذا اس کے جواز پر بھی کلام نہیں ہونا چاہیئے ۔

اور لطف کی بات یہ ہے کہ منصوص اشیاء کی جگہ دیگر طعام نکالنے پر بھی اطعام کی جزئی علت اکثر علاقوں میں حاصل نہیں ہوتی کیونکہ وصول کرنے والے اسے فروخت کرکے قیمت حاصل کرلیتے ہیں ، اور منکرین نقد کو اس پر کوئی اعتراض بھی نہیں ہے ۔

ایسے صورت میں بتلائے کہ منصوص اشیاء کو ناجائز کہہ کر اس کی جگہ بدیل کو جائز بتلا کر کیا حاصل ہوا ؟ نہ اصل نص پر عمل ہوا ، نہ پیش نظر علت کی کوئی رعایت ہوئی ، پھر نص کی تبدیلی اور بے موقع و محل قیاس آرائی سے کیا ملا؟

حیرت ہے کہ یہ کہہ کر نص کو تبدیل کیا جارہاہے کہ کسی علاقہ میں لوگ منصوص اشیاء کو بطور طعام استعمال نہیں کرتے ! لیکن کوئی ہمیں بتلائے کہ نص کو بدلنے کے بعد آپ جو دوسری چیز فطرہ میں دیں گے ،کیا یہاں کے لوگ اس دوسری چیز کو بطور طعام استعمال کریں گے؟ یا اسے بھی بیچ کر نقد و رقم حاصل کرلیں گے؟ بالخصوص جبکہ آپ نے بیچ کر قیمت بنانے کی بھی مکمل اجازت دے رکھی ہے !!

اگر دوسری صورت ہے تو سنجیدگی سے بتلایا جائے کہ نص کو بدلنے سے کیا حاصل ہوا؟؟

اور اگر یہ فرض کرلیں کہ نص کو بدلنے کے بعد آپ جو دوسری چیز فطرہ میں دیں گے اسے وہاں کے لوگ کھانے میں استعمال کریں گے ،تو اس سے بھی یہ الزام ختم تو نہیں ہوجاتا کہ آپ نے نص کو بدلا ہے اور اسے مردہ کرنے کی کوشش کی ہے۔

اگر آپ علت کا حوالہ دیں تو عرض ہے کہ اول تو آپ علت کے مطابق عمل کو ضروری نہیں سمجھتے بلکہ وصول کرنے والوں کے لئے بلا کراہت وصول کردہ طعام کو بیچنا جائز قرار دیتے ہیں ۔

دوسرے یہ کہ جب منصوص اشیاء کو نہ صرف مفضول بلکہ ناجائز کہہ دینے سے بھی آپ تبدیل نص اور اہانت نص کے مجرم نہیں ٹھہرتے تھے تو قائلین نقد علت کے سبب منصوص اشیاء کو افضل مانتے ہوئے نقد کے جواز کی بات کہہ دیں تو ان پر یہ بدبودار اتہام کیوں؟

اعتراض:

بعض حضرات کہتے ہیں کہ صدقۃ الفطر بدنی عبادت میں نقص کا کفارہ ہے اور بدنی عبادت میں نقص کا کفارہ اطعام ہی ہوتا ہے۔

جواب:

عرض ہے کہ صدقۃ الفطر صرف اسی پر لازم نہیں ہے جس کا روزہ نقص کا شکار ہوتا ہے بلکہ یہ صدقہ ہر شخص پر لازم ہے خواہ وہ کتنے ہی اہتمام اور تقوی وطہارت کے ساتھ روزہ رکھے، حتی کہ اللہ کے نبی ﷺ بھی صدقہ الفطر نکالتے تھے جو کہ معصوم عن الخطاء ہیں۔

بلکہ جو بیماری کی سبب پورے ماہ روزہ نہیں رکھ پاتے ان کی طرف سے بھی صدقۃ الفطر لازم ہوتا ہے، حالانکہ یہ اس نقص کے سبب الگ سے کفارہ کی ادائیگی کے پابند ہوتے ہیں۔

حتی کہ معصوم اور چھوٹے چھوٹے بچوں کی طرف سے بھی صدقہ الفطر دیا جاتا ہے جو نہ روزہ رکھتے ہیں نہ روزہ رکھنے کی استطاعت رکھتے ہیں۔لہٰذا یہ دلیل ہے کہ صدقۃ الفطر اصلا بدنی عبادت کا کفارہ نہیں ہے بلکہ ضمنا اس میں یہ بات شامل ہے اور اصل مقصود غرباء ومساکین کو ثمن فراہم کرنا ہے۔

اوراگر یہ بات درست مان لی جائے کہ صدقۃ الفطر محض بدنی عبادت کے نقص کا کفارہ ہے جو اطعام ہی ہونا چاہئے تو یہ بات بھی ضروری قراردی جانی چاہئے کہ صدقۃ الفطر صرف اسی کو دیا جائے گا جو اسے کھانے میں استعمال کرکے اور صدقۃ الفطر وصولنے والا اس بات کا مجاز نہ ہوگا کہ وہ اسے کھانے کے بجائے بیچ کر قیمت بنالے، لیکن ایسا کوئی نہیں کہتا۔یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ اس کا معاملہ مختلف ہے۔

علاوہ بریں ضمنا کفارہ سیئات کی بات تو بالاتفاق مالی صدقات وخیرات میں بھی کہی گئی ہے، اللہ کا ارشاد ہے:

﴿ خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا ﴾

’’آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ لے لیجئے، جس کے ذریعہ سے آپ ان کو پاک صاف کردیں‘‘(التوبۃ 103)

تو کیا یہ کہہ دیا جائے یہ تمام صدقہ وخیرات بھی صرف اطعام ہی کی صورت میں ہوں گے؟

اعتراض:

علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’لأن الذی یملک النقود یعرف أن یتصرف بھا حسب حاجته إن کان بحاجة إلی طعام اشتری الطعام، إن کان بحاجة إلی شراب اشتری الشراب، إن کان بحاجة إلی ثیاب اشتری الثیاب؛ فلماذا عدل الشارع عن فرض القیمة أو فرض دراهم أو دنانیر إلی فرض ما هو طعام؟ إذن له غایة؛ ولذلک حدد المفروض ألا وهو الطعام من هذه الأنواع المنصوصة فی هذا الحدیث وفی غیره، فانحراف بعض الناس عن تطبیق النص إلی البدیل الذی هو النقد هذا اتهام للشارع بأنه لم یحسن التشریع لأن تشریعهم أفضل وأنفع للفقیر، هذا لو قصده کفر به؛ لکنهم لا یقصد هذا الشیء‘‘

’’جو شخص نقدی ورقم کا مالک ہوگا وہ جس طرح چاہئے اپنی ضرورت کے مطابق اسے تصرف میں لاسکتا ہے، اگر اسے کھانے کی حاجت ہوگی تو کھانا خرید سکتا ہے، اگر مشروب کی ضرورت ہوگی تو مشروب خرید سکتا ہے، کپڑے کی ضرورت ہوگی تو کپڑے خرید سکتا ہے، پھر شریعت نے قیمت یا درہم ودینار کے بجائے کھانے کو کیوں فرض کیا؟ یقیناً اس کا ایک مقصد ہے، اسی لئے فرض کردہ چیز کو متعین کردیا ہے اور وہ اس حدیث اور اس جیسی دیگر احادیث میں منصوص طعام ہے، لہٰذا بعض لوگوں کا نص کو عمل میں لانے کے بجائے اس کی جگہ نقدی رقم کی بات کرنا یہ شارع کو متہم کرنا ہے کہ کہ شارع نے بہتر طور پر شریعت سازی نہیں کی، اور ان کی تشریح بہتر اور فقیر کے لئے زیادہ نفع بخش ہے، اگر واقعی یہ لوگ ایسا ہی سوچیں تو یہ کفر ہے، لیکن یہ لوگ ایسا نہیں سوچتے‘‘

(سلسلۃ الہدی والنور، شریط رقم 274)

جواب:

عرض کہ علامہ موصوف رحمہ اللہ کا یہ اعتراض بھی اسی عمارت پر قائم ہے کہ اس دور میں درہم ودینار بھی موجود تھا پھر بھی انہیں فطرہ میں دینے کا حکم کیوں نہیں ہوا۔ اور یہ وضاحت کی جاچکی ہے کہ اس دور میں درہم

ودینار زیادہ مالیت والے تھے ،اور چھوٹی مالیت کی جگہوں میں ان کا استعمال رائج نہیں تھا ، اس لئے فطرہ جیسی مالیت کے لئے درہم و دینار کی جگہ انہیں چیزوں کا استعمال ہوتا تھا جن کا ذکر فطرہ والی احادیث میں ہوا ہے ۔

لہٰذا علامہ موصوف نے درہم و دینار کا جو فائدہ بتلایا ہے کہ اس سے ضرورت کی کوئی بھی چیز خریدی جاسکتی ہے ، درحقیقت یہ مقصد اس دور میں انہیں چیزوں سے حاصل ہوسکتا تھا جن کا ذکر فطرہ والی احادیث میں ہیں کیونکہ اس دور میں چھوٹی موٹی چیزوں کی خرید وفروخت انہیں چیزوں کے ذریعہ ہوتی تھی ، اس بات کو ماقبل میں تفصیل سے واضح کیا جاچکا ہے۔

نیز علامہ موصوف کی نظر میں اصل علت اطعام ہی ہے اور ماقبل میں اس کی بھی وضاحت بالتفصیل گذرچکی ہے کہ اصل علت ثمن فراہم کرنا ہی ہے ۔

❁ تیسری دلیل : صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار :

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار سے بھی فطرہ میں قیمت دینا جائز معلوم ہوتا ہے ، اس سلسلے میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اثر کا حوالہ گذر چکا ہے اس کے علاوہ ایک اور حوالہ ملاحظہ ہو:

” حدثنا أبو أسامة ، عن زهير ، قال: سمعت أبا إسحاق يقول : أدركتهم وهم يعطون في صدقة رمضان ، الدراهم بقيمة الطعام“

”امام ابواسحاق السبیعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے ان لوگوں کو پایا وہ صدقۃ الفطر میں کھانے کی قیمت کے مساوی درہم دیتے تھے“ (مصنف ابن أبی شیبة .سلفية 3 / 174 واسناده متصل صحيح على شرط الشيخين وابواسحاق روى امرا شاهده فلاعبرة بتدليسه واختلاطه ـوحديثه من طريق زهير اخرجه البخارى ومسلم)

کافی عرصہ قبل ایک بھائی نے اڈیو میں اس روایت کی سند پر اشکالات پیش کئے تھے ان کے مفصل جوابات ایک آڈیو کی شکل میں میرے یوٹب چینل (kifayatullah sanabili) پر موجود ہیں ۔

لنک:(https://youtu.be/9oxdq9w2B9U)

امام ابواسحاق السبیعی رحمہ اللہ نے کسی ایک دو کا نہیں بلکہ ایک جماعت کا موقف بیان کیا ہے کہ انہوں نے جن لوگوں کو پایا وہ صدقۃ الفطر میں قیمت دیتے ۔

امام ابواسحاق السبیعی رحمہ اللہ نے علی رضی اللہ عنہ کا دور بھی پایا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ بہت سارے صحابہ رضی اللہ عنہم کا دور انہوں نے دیکھا ہے۔اور آپ علم وفن کے امام ہیں اس لئے علمی معاملہ میں اپنے دور کے اہل علم کا

تعامل نقل کریں گے تو ظاہر ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا استثناء نہیں کریں گے کیونکہ ان سے بڑے عالم کون ہو سکتے ہیں۔

لہٰذا اس روایت میں صحابہ سے بھی فطرہ میں قیمت دینا ثابت ہوا۔

بلکہ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ ابواسحاق السبیعی رحمہ اللہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم ہی کو مراد لیا ہے لیکن ہمارے خیال سے تابعین کو بھی اس میں شامل کرنے میں کوئی مانع نہیں ہے یہ اور بات ہے کہ سب سے پہلے صحابہ ہی کی شمولیت اس میں صادق آتی ہے۔

تنبیہ:

بعض لوگ اس روایت کو مقطوع کہتے ہیں ۔عرض ہے کہ مقطوع اس روایت کو کہتے ہیں جس میں صرف کسی تابعی کا قول وفعل وغیرہ منقول ہے ۔اوراس روایت میں امام ابواسحاق السبیعی رحمہ اللہ نے صراحتا تابعین کا نام لیکران کا عمل نقل نہیں کیا بلکہ اپنے دور کے اہل علم کا تعامل نقل کیا ہے اور ان کے دور میں صحابہ رضی اللہ عنہم بھی تھے اور تابعین بھی تھے ۔لہٰذا ان کے قول میں دونوں آ گئے بلکہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی شمولیت زیادہ مؤکد ہے کیونکہ علمی معاملہ میں بڑے علماء ہی کے حوالے دئے جاتے ہیں بالخصوص جب کہ امام ابواسحاق السبیعی رحمہ اللہ جیسے صاحب علم حوالہ دیں جو خود محدث اور امام ہیں۔

لہٰذا ان کے قول میں صحابہ کی شمولیت کا بغیر کسی دلیل کے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

بعض حضرات نے عجیب بے تکی بات کی ہے اور یہ کہا ہے ابواسحاق السبیعی رحمہ اللہ کے قول میں صرف احتمال ہے کہ انہوں نے شاید صحابہ کو بھی مراد لیا ہو اور **اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال.**

عرض ہے کہ'' **اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال** '' والی بات کا تعلق ایسے متضاد احتمالات سے ہے کہ ایک کو مان لینے سے دوسرے کی نفی لازم آتی ہو،لیکن جہاں مسئلہ عموم کا ہو اور اس عموم کے تحت ایک کو ماننے سے دوسرے کی نفی لازم نہ آتی ہو وہاں یہ بات نہیں کہی جاسکتی ، بلکہ ایسے موقع پر عموم میں سب کو شامل مانا جاتا ہے جب تک کہ کسی کے خارج ہونے پر ٹھوس دلیل یا قرینہ موجود نہ ہو۔

یہاں ابواسحاق السبیعی رحمہ اللہ کا قول عام ہے اور اس عموم میں تابعین کو شامل ماننے سے صحابہ کا انکار لازم نہیں آتا ہے اور نہ ہی صحابہ کو شامل ماننے سے تابعین کا انکار لازم آتا ہے بلکہ بیک وقت دونوں گروہ ان کے عمومی قول میں شامل ہیں ۔ لہٰذا مزعومہ احتمال کی بناپر یہاں صحابہ کو خارج نہیں کیا جاسکتا بلکہ اس کے لئے ٹھوس

دلیل اور قرینہ چاہئے جو موجود نہیں ہے۔

بطور مثال عرض ہے کہ ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ نے عمومی طور پر کہا ہے کہ ہم عہد رسالت میں صدقہ الفطر میں صرف کھجور، جو، کشمش اور پنیر نکالتے تھے۔

اب کوئی کہے کہ یہاں یہ احتمال ہے کہ انہوں نے صرف اپنے خاندان کے لوگوں کو مراد لیا ہو، دیگر صحابہ کو مراد نہ لیا ہو، یا صرف مرد صحابہ کو مراد لیا اور خواتین صحابیات کو مراد نہ لیا ہو تو ظاہر ہے ایسے مزعومہ احتمالات کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ بلکہ ان کے اس قول کو عام ہی مانا جائیے گا اور سارے صحابہ اور صحابیات کو اس میں شامل مانا جائے گا جب تک ٹھوس دلیل یا قرینہ سے کسی کے استثناء کی دلیل نہ ملے۔

چنانچہ صحیح روایت سے عہد رسالت ہی میں اسماء رضی اللہ عنہا کے استثناء کی دلیل ملتی ہے کہ وہ ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ بتائے ہوئے طعام ومقدار سے ہٹ کر نصف صاع گیہوں نکالتی تھیں اس لئے خاص دلیل کی بناپر ہم یہ استثناء مانتے ہیں اور باقی ان کے قول کو عہد رسالت سے متعلق عام ہی مانتے ہیں۔

الغرض یہ کہ ''**اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال**'' والی بات متضاد احتمالات سے متعلق ہے اور متضاد احتمالات میں بھی یہ بات تب کہی جاتی ہے جب متضاد احتمالات قوت میں یکساں ہوں اور کسی ایک کے راجح ہونے کا قرینہ یا اشارہ نہ ہو ایسے حالات میں سارے احتمالات کو رد کر دیا جاتا ہے۔

لیکن جہاں متضاد احتمالات میں سے ایک راجح ہو تو مرجوح احتمال کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا ہے۔

مثلا ایک ثقہ راوی کی روایت قابل قبول ہوتی ہے حالانکہ یہ احتمال موجود ہے کہ ثقہ راوی نے بشری تقاضے کے مطابق غلطی کی ہو یا کسی بھول کا شکار ہوا ہو، لیکن چونکہ یہ احتمال مرجوح ہے اس لئے اس کا اعتبار نہیں ہوگا اور اس کی بنیاد پر یہ نہیں کہا جائے گا کہ ''**اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال**'' بلکہ راجح احتمال یعنی ثقہ راوی کی بات کو صحیح مان کو اسے قبل کیا جائے گا۔

لیکن یہاں متضاد احتمالات کی سرے سے بات ہی نہیں ہے بلکہ عموم کا مسئلہ ہے۔لہٰذا اس عموم سے صحابہ کرام کو بغیر کسی ٹھوس دلیل کے خارج نہیں کیا جاسکتا۔

❁ بعض حضرات نے کہا کہ ابواسحاق السبیعی رحمہ اللہ نے بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پایا ہے اگر انہوں نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں بھی یہ بات کہی ہوتی تو بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم سے الگ سے یہی بات منقول ہونی چاہئے۔

جوابا عرض ہے کہ :

ابوسعید الخذری رضی اللہ عنہ نے تو بالاتفاق عہدرسالت میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں بتایا ہے کہ وہ چارقسم کا طعام نکالتے تھے ، اب یہ بتایا جائے کہ کتنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے الگ سے یہ بات مروی ہے کہ وہ ابوسعید الخذری رضی اللہ عنہ کے بیان کے مطابق چارقسم کا طعام فطرہ میں نکالتے تھے ۔

ہماری معلومات کی حدتک تو ابوسعید الخذری رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی بھی دوسرے صحابی رضی اللہ عنہ سے الگ سے اس طرح کا عمل منقول نہیں ہے ۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے جو روایت منقول ہے اس میں صرف کھجور اور جو کا ذکر ہے ۔اوراسماء رضی اللہ عنہا سے جو منقول ہے وہ ابوسعید الخذری رضی اللہ عنہ کے بتائے ہوئے طعام سے الگ چیز ہے ۔

تو کیا یہ کہہ دیا جائے کہ ابوسعید الخذری رضی اللہ عنہ کے بیان میں بھی تمام صحابہ شامل نہیں ہے بلکہ انہوں نے صرف اپنے خاندان کومراد لے کر یہ بات کہی ہے؟؟؟

تابعین کا موقف :

تابعین سے فطرہ میں قیمت دینے کا ثبوت تو مسلم ہے۔اس کی ایک دلیل تو ماقبل کی روایت ہی ہے اس میں صحابہ کے ساتھ تابعین بھی شامل ہیں ،نیز:

خلیفہ عمربن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اپنی خلافت میں حکم صادر کیا کہ فطرہ میں لوگوں سے غلہ یا اس کی قمیت وصول کرو۔(مصنف ابن أبي شيبة .سلفیۃ 3 / 174 واسنادہ صحیح وصحہ ابن حزم فی المحلی لابن حزم، ت بیروت 4 / 252، واخرجہ ایضا ابن بن زنجویہ فی الأموال لابن زنجویہ 3 / 1268 عن عوف بہ)

عمربن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا یہ موقف صرف ان کا ذاتی موقف نہیں تھا بلکہ انہوں نے بطور سرکاری فرمان اسے جاری کیا اوراس پرعمل بھی ہوا ۔اورپوری دنیا کے کسی کونے سے بھی اس جلیل القدر خلیفہ کے حکم پر کوئی علمی تعاقب نہیں ہوا۔جس سے پتہ چلتا ہے کہ تابعین کا اس مسئلہ پر اجماع تھا۔

عمربن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے بارے میں یہ بات معروف ہے کہ وہ علمی مسائل میں اہل علم صحابہ وتابعین سے رائے مشورہ لینے کے بعد فیصلہ کیا کرتے تھے بالخصوص کسی سرکاری فرمان کے سلسلے میں تو قطعانہیں سوچا جاسکتا کہ انہوں نے محض اپنی رائے امت پرمسلط کردی ہو اس لئے ظاہر ہے کہ ان کا یہ فیصلہ دیگر صحابہ وتابعین کی

منظوری کے بعد صادر ہوا ہے اور پھر اس پر کسی طرف سے کوئی اعتراض نہیں کیا گیا۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ خلیفہ تھے اور ایک قانون نافذ کر چکے تھے اس لئے اس کی مخالفت اولی الامر کی مخالفت ہوتی جس سے روکا گیا ہے اس لئے کسی نے اس کی مخالفت نہ کی۔

عرض ہے کہ تنفیذ کے بعد نہیں تو ارادہ تنفیذ کے وقت ہی کوئی اختلاف ثابت کردیجئے ایسا تو ممکن نہیں کہ ایک سرکاری قانون پاس کرتے وقت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اہل علم سے رائے مشورہ نہ لیا ہو، پھر عین مشورہ کے وقت تو اختلاف کیا جاسکتا تھا اس وقت اختلاف میں تو کوئی قباحت نہ تھی لیکن کیا کسی نے اس مرحلے میں بھی اختلاف کیا؟ ہرگز نہیں۔

نیز سرکاری قانون کی مخالفت کرنا اور بات ہے اور خاص علمی حلقوں میں کوئی رائے ظاہر کرنا اور بات ہے، ایک عالم عملا حکام کے جاری کردہ قانون کی مخالفت نہیں کرسکتا لیکن علمی حلقوں میں اپنی رائے رکھ سکتا ہے۔

لیکن بتلائے کہ کسی بھی صاحب علم نے کسی علمی حلقہ میں بھی کہا کہ وہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے اس فیصلے سے متفق نہیں ہیں۔

نیز تابعین ہی میں ایک عظیم علمی شخصیت حسن بصری رحمہ اللہ کی تھی وہ بھی فطرہ میں قیمت دینے کے قائل تھے (مصنف ابن أبی شیبۃ .سلفیۃ 3 / 174 واسنادہ صحیح)

حسن بصری رحمہ اللہ کی مخالفت بھی پوری دنیا میں کسی نے نہ کی۔اس سے بھی پتہ چلا کہ فطرہ میں قیمت دینے کے جواز پر تابعین کا اجماع تھا۔

❁ تنبیہ:

امام ابن أبی شیبۃ رحمہ اللہ (المتوفی ۲۳۵) نے کہا:

” عن عمر، عن ابن جریج، عن عطاء، أنہ کرہ أن یعطی فی صدقۃ الفطر ورقا“

”عطاء رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ وہ صدقۃ الفطر میں چاندی (درہم) دینے کو ناپسند کرتے تھے“(مصنف ابن أبی شیبۃ، ت الحوت 2 / 398)

یہ روایت ضعیف ہے، سند میں موجود ”عمر“ یہ ”عمر بن ہارون البلخی “ ہے۔

اور یہ سخت ضعیف ومتہم ہے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کے بارے میں ائمہ ناقدین کے اقوال کا خلاصہ کرتے ہوئے کہا:

”متروک“، ”یہ متروک ہے“ (تقریب التھذیب لابن حجر : رقم 4979)

لہٰذا یہ اثر سخت ضعیف ہے۔

معلوم ہوا کہ تابعین میں کوئی بھی صدقۃ الفطر میں نقد نکالنے کا مخالف نہیں ہے۔

اس سے ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ تابعین نے فطرہ والی احادیث کا یہ مفہوم قطعاً نہیں سمجھا ہے کہ اس سے صرف خوراک فراہم کرنا مراد ہے۔اوراس کے علاوہ قیمت دینا کافی نہیں۔

اورتابعین کے اس فہم پر دیگرتابعین کا کوئی اختلاف نہیں ملتا ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ فطرہ والی احادیث کوخوراک ہی پر خاص کرنا تابعین کے متفقہ فہم کے خلاف ہے۔

اور ہمارا اصول ہی ہے اتباع **الدلیل بفھم السف**۔یعنی فہم سلف کے ساتھ دلیل کی پیروی کرنا۔

سلف صالحین کے دور میں فطرہ میں قیمت نکالنے کا ثبوت تو ملتا ہےلیکن ان کے دور میں کسی ایک سے بھی اس کی ممانعت کا ثبوت نہیں ملتا ہے۔یہ اس بات کی بھی دلیل ہے کہ ممانعت والا قول بعد کی پیدوار ہے اور سلف کے متفقہ فہم کے خلاف ہے۔لہٰذا ایسے لوگ ممانعت والی بات پرسلفیت کا لیبل قطعا نہ لگائیں۔

ائمہ واہل علم کا موقف:

صحابہ وتابعین کے بعدبھی فطرہ میں قیمت دینے کے قائلیں موجودرہے ہیں چناں چہ:

❁ ائمہ اربعہ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ (المتوفی 150) سے بھی قیمت نکالنا ثابت ہے (سنن الدارقطنی 2/ 150واسنادہ صحیح)

❁ امام ابن معین کے شاگردعباس الدوری رحمہ اللہ (المتوفی 271) نقل کرتے ہیں:

”قال یحیی فی زکاۃ الفطر لا بأس أن یعطی فضۃ“

امام ابن معین رحمہ اللہ (المتوفی233) نے صدقۃ الفطر کے بارے میں کہا کہ اس میں درہم دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔(تاریخ ابن معین، روایۃ الدوری 3 / 476)

❁ امام ابن زنجویہ رحمہ اللہ (المتوفی 251)فرماتے ہیں:

”القیمۃ تجزی فی الطعام إن شاء اللہ، والطعام أفضل“

’’طعام کی جگہ قیمت نکالنا جائز ہے اور طعام نکالنا افضل ہے‘‘ (الأموال لابن زنجویہ 3 / 1269)

چوتھی صدی ہجری کے اوائل کے ایک بہت بڑے فقیہ و امام محمد بن عبد اللہ بن محمد أبوجعفر الفقیہ رحمہ اللہ (المتوفی 362) کہتے ہیں:

’’أداء القيمة أفضل؛ لأنه أقرب إلى منفعة الفقير فإنه يشترى به للحال ما يحتاج إليه، والتنصيص على الحنطة والشعير كان؛ لأن البياعات فى ذلك الوقت بالمدينة يكون بها فأما فى ديارنا البياعات تجرى بالنقود، وهى أعز الأموال فالأداء منها أفضل‘‘

’’صدقۃ الفطر میں قیمت دینا ہی افضل ہے اس لئے کہ اس میں فقیر محتاج کے لئے زیادہ فائدہ ہے کیونکہ ایسی صورت میں وہ فورا جو چاہے خرید سکتا ہے۔ اور حدیث میں گیہوں ، جو (وغیرہ) کا ذکر اس لئے ہے کیونکہ اس وقت مدینہ میں خرید وفروخت انہیں چیزوں سے ہوتی تھی (یعنی یہ غلے اس وقت بطور کرنسی چلتے تھے) لیکن ہمارے علاقوں میں نقدی کے ذریعہ خریدوفروخت ہوتی ہے اور یہ اموال میں سب سے زیادہ عزیز ہے اس لئے اسی سے صدقہ الفطر اداء کرنا افضل ہے‘‘ (المبسوط للسرخسی 3 / 107)

امام محمد بن عبد اللہ بن محمد أبوجعفر الفقیہ کے بارے میں امام سمعانی رحمہ اللہ (المتوفی 562) کہتے ہیں:

’’كان إماما فاضلا ... حدث بالحديث‘‘

’’یہ امام اور فاضل تھے ۔۔۔انہوں نے حدیث کی روایت کی‘‘(الأنساب للسمعانی، ت المعلمی 13 / 432)

امام ذہبی (المتوفی 748) رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’كان من براعته فى الفقه يقال له أبو حنيفة الصغير توفى ببخارى وكان شيخ تلك الديار فى زمانه‘‘

’’فقہ میں آپ کی مہارت کا یہ حال تھا کہ انہیں ابوحنیفہ الصغیر کہا جاتا تھا ، یہ بخاری میں فوت ہوئے اور اپنے زمانے میں وہاں کے شیخ تھے‘‘ (العبر فی خبر من غبر 2 / 334)

امام ذہبی رحمہ اللہ دوسری کتاب میں کہتے ہیں:

’’من يضرب به المثل...أخذ عنه أئمة‘‘

’’یہ ایسے تھے کہ ان کی مثال بیان کی جاتی تھی۔۔۔ان سے ائمہ نے علم حاصل کیا ہے‘‘(سیر أعلام النبلاء

للذہبی 16 / 131)

ان کا تعارف اس لئے پیش کردیا گیا ہے تاکہ جو حضرات ان سے واقف نہیں ہیں وہ بھی ان سے واقف ہوجائیں۔

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ضرورت اور مصلحت کے پیش نظر فطرہ میں قیمت نکالنے کو جائز کہا ہے(مجموع الفتاوی 25 / 82)

صحابہ وتابعین اور ائمہ واہل علم سے صراحتا یہ چیز ثابت ہونے کے بعد بھی اس میں تشدد کرنا بہت ہی عجیب وغریب بات ہے۔

بلکہ صرف تابعین ہی سے اس کا ثبوت مل جانے کے بعد بھی اس مسئلہ میں پرتشدد فتوی دینا انتہائی غیر مناسب ہے۔

بعض معاصرین علماء کا موقف:

❁ علامہ احمد شاکر رحمہ اللہ نے بھی فطرہ میں قیمت کے جواز کی طرف اشارہ کیا ہے دیکھئے (المحلی لابن حزم :ج 6ص 132 (حاشیہ) بتحقیق احمد شاکر)

❁ حافظ زبیرعلی زئی صاحب فطرہ میں غلہ دینے کو بہتر کہنے کے ساتھ ساتھ آثار تابعین کے پیش نظر لکھتے ہیں:

ان آثار کی وجہ سے صدقہ فطر میں رقم (روپے)وغیرہ دینا جائز ہے تاہم بہتر یہی ہے کہ اجناس مثلاً گندم ،آٹا اور کھجوروغیرہ سے صدقہ فطر ادا کیا جائے۔واللہ اعلم (فتاوی علمیہ :ج2ص165)۔

خلاصہ

❁ صدقۃ الفطر میں خاص اشیاء اوران کو بھی خاص شکل میں دینے ہی کا صراحتا ثبوت ملتا ہے۔

❁ صدقۃ الفطر میں عام غلہ وخوراک دینے کی بات کسی بھی حدیث میں وارد نہیں ہے، ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں وارد لفظ طعام کو عام معنی میں لینا بعض حضرات کی غلط فہمی ہے۔

❁ صدقۃ الفطر کی اصل علت غرباء ومساکین کوثمن فراہم کرنا ہے۔

۞ احادیث میں منصوص اشیاء کے لئے دیگر خوارک یا نقدی ورقم بھی فطرہ میں دینا جائز ہے۔

۞ غیر منصوص خوراک دینے کو علی الاطلاق افضل کہنا درست نہیں ہے۔

۞ فطرہ میں نقد ورقم دینا احادیث اور آثار صحابہ سے ثابت ہے۔

۞ فطرہ میں نقد و رقم دینا ائمہ سلف سے بھی ثابت ہے بلکہ متقدمین کے مابین اس کے جواز میں کوئی اختلاف ہی نہیں ہے۔

۞ صدقۃ الفطر میں اگر صرف منصوص اشیاء (کھجور، جو، کشمش، پنیز، گیہوں) نکالی جائیں تو یہ افضل و بہتر ہے۔لیکن اگر منصوص اشیاء کے علاوہ دوسری چیزیں مثلا نقد و رقم یا عام خوارک (جو فطرانہ کی احادیث میں مذکور نہیں ہیں) جیسے دال، چاول، دودھ وغیرہ تو اس میں مطلق طور پر کسی کو بھی افضل نہیں کہا جاسکتا بلکہ جغرافیائی حالات اور فقراء و مساکین کی حاجات کے پیش نظر افضل کی بات کہی جائے گی۔

چناں چہ جس علاقہ میں فقراء ومساکین کھانے پینے کی اشیاء سے بے نیاز ہوں اور صدقہ الفطر وصولنے کے بعد اسے بیچ دیتے ہوں ایسے علاقوں میں اگر منصوص اشیاء نہ دی جائیں تو رقم دینا ہی افضل و بہتر ہے۔یہی حکم ان فقراء ومساکین سے متعلق بھی ہے جو فقر وفاقہ والے علاقے میں رہنے کے باوجود بھی استثنائی طور پر اسی حالت میں ہوں۔

لیکن اگر علاقہ ایسا ہوں جہاں کے فقراء ومساکین دو وقت کی روٹی کے محتاج ہوں بغیر کام کئے یا دست سوال دراز کئے انہیں ایک وقت کا کھانا نصیب نہ ہوتا ہوتو ایسے علاقہ میں اگر منصوص اشیاء نہ دی جائیں تو پھر وہاں پر رائج خوراک وطعام دینا ہی افضل ہے۔یہی حکم ان فقراء ومساکین سے متعلق بھی ہے جو کسی خوشحال علاقے میں رہنے کے باوجود بھی استثنائی طور پر اسی حالت کے شکار ہوں۔